Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (Januray-March 2025)

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
March 29, 2025

A Research Review of Moulana Shabbir Ahmad Usmani's Arguments about Faith and Deeds

ایمان واعمال کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

Saleem Ullah Masroor
Ph.D. Scholar, MY University Islamabad
Email: saleemullah.masroor@gmail.com
Phone: +923439344042

Abstract

This research review delves into the perspectives of Moulana Shabbir Ahmad Usmani regarding faith and deeds. Moulana Usmani's ideas about the relationship between belief and actions are explored, aiming to provide a clearer understanding in simple terms. By examining his arguments, this review seeks to shed light on how faith and deeds intertwine according to Moulana Usmani's teachings. Through a comprehensive analysis, this review aims to contribute to the broader discourse on faith and actions, offering insights that can be easily grasped by readers.

Keywords: Moulana Shabbir Ahmad Usmani, Arguments, Faith, Deeds, Research Review

انسان کی تخلیق دو چیزوں کے مرکب سے ہیں " جسم اور روح" جو دوسرے لفظوں میں انسان کے ظاہر اور باطن سے موسوم ہو سکتا ہے، پس انسانی مرکب کے دونوں اجزاء کیلئے رب الانس والجن نے جو غذائیں مرتب کی ہیں، وہ بھی دو قسم پر مبنی ہیں، چنانچہ جو تعلق جسم اور روح کے مابین یعنی انسان کے ظاہر اور باطن کے مابین ہے، وہی تعلق رب کی طرف سے متقین غذاؤں کی بھی ہیں، جو "ایمان واعمال" کہلاتے ہیں، جو دونوں اپنی خاصیت اور تقویت کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔ پس ایمان واعمال دونوں کے مابین جو رشتہ تاثیر ہے یا اُنکے مابین تقدم اور تأخر کے لحاظ سے جو امتزاج پایا جاتا ہے، اُنکے بارے میں فقہاء کرام کے اقوام مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے یہ بات لازم آتا ہے، کہ ہر فقہی اور عالم دین متین کی اس بارے میں مؤقف معلوم کیا جائے، تاکہ قارئین کی اطمینان قلب اور افہام و تفہیم ممکن اور آسان ترین ہو سکے۔

Published:
March 29, 2025

خصوصیات مقالہ درجہ ذیل ہیں۔

☆شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کا تعارفی مطالعہ۔

☆ایمان واعمال کی مکمل لغوی، اصطلاحی اور شرعی مفہوم کو واضح کرنا۔

☆اسلام اور کفر کی وضاحت اور ایمان کیساتھ اُسکی نسبت کو واضح کیا گیا ہے۔

☆ایمان واعمال کے مابین باہمی ربط اور تعلق بالامثال واضح کرنا۔

☆ایمان واعمال کے بارے میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کا موٗقف بیان کرنا۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا تعارف

پیدائش اور نام

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ 10 محرم 1305 ھ میں بمقام بجنور پیدا ہوئے۔ جہاں پر آپ کے والد حضرت مولانا فضل الرحمان صاحبؒ اُن دنوں ڈپٹی انسپکٹر مدارِس تھے۔ آپ نے اپنی تصنیفات، خطوط اور مضامین میں اپنا نام شبیر احمد عثمانی لکھا ہے۔ لیکن آپ کی مشہور تصنیف "فتح الملھم شرح مسلم" کے ٹائٹل پر اور آپ کی تفسیر یا فوائد قرآنی کے اختتام پر اپنے قلم سے تحریر کئے ہوئے الفاظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ کا اصل نام فضل اللہ تھا۔ چنانچہ فوائد قرآن کے آخر میں لکھتے ہیں۔

> **العبدُ الفَقيرُ فَضْلُ الله المدعوُّ بِه شَبيرُ أحمدَ بنُ مولانا فضلِ الرحمن العُثماني، قد كان أبي عُثمانيًّا بفضلِ الله، وكان ينشد :ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ، ولو كَرِهَ الأعداءُ مِنْ كُلِّ حاسِدٍ.**

آپ کا شجرہ نسب تینتالیسویں پشت میں "حضرت عثمان غنی" سے جاملتا ہے۔ اور اسی وجہ سے آپ اپنے نام کے ساتھ "عثمانی" لکھتے تھے۔[1] آپ کے والد محترم نے تین شادیاں کی تھیں پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری سے تین بیٹے پیدا ہوئے جبکہ تیسری سے دو بیٹیاں اور درجہ ذیل پانچ بیٹے پیدا ہوئے۔[2]

i. بابو فضل حق فضلی
ii. شبیر احمد عثمانی فضل اللہ
iii. مولوی مطلوب الرحمن
iv. محبوب الرحمن
v. مولوی سعید احمد

---

[1] شیخ عبد القادر جیلانی، عنیۃ الطالبین، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی، ۱۹۹۵، ص ۶۵۔

[2] محمد طیب قاسمی، علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور، ص ۳۱۔

شادی

آپ کی شادی آپ کے طالب علمی کے دور میں ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ آپ کی بیوی ام ھانی کا تعلق سید خاندان سے تھا، آپ کی بیوی آپ کے بعد بھی زندہ رہیں۔ اور ۱۹۷۲ء میں فوت ہوئیں۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔[3]

تعلیم

آپ کے سب سے پہلے استاد جس سے آپ نے تعلیم کا آغاز کیا حافظ محمد عظیم صاحب دیوبندی مرحوم ہیں۔ ماہ اور تاریخ نامعلوم ہیں۔[4] آپ قاعدہ وغیرہ سے فارغ ہوئے تو شوال ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور قرآن کریم حافظ نامدار خان صاحب سے پڑھا چنانچہ دارالعلوم کی سالانہ رپورٹ کے مطابق آپ نے ۱۳۱۲ھ میں الحمد سے سورت النزعٰت تک کا امتحان دیا۔ ۱۳۱۲ھ کے ریکارڈ میں آپ کا نام موجود نہیں ہے۔ ۱۳۱۳ھ اور ۱۳۱٤ھ کی سالانہ روئدادوں میں بھی طلبہ کی فہرست میں آپ کا نام نہیں ہے۔ ۱۳۱۵ مطابق ۱۸۹۷ھ میں آپ کا نام طلباء کی فہرست میں موجود ہے اور پھر مسلسل ۱۳۲۵ بمطابق ۱۹۰۷ تک چلا گیا ہے۔ قرآن کریم اور اردو کی کتابوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے فارسی کی ابتداء دارالعلوم کے فارسی کے استاد منشی منظور احمد صاحب سے کی اور بعد ازاں استاد محترم مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی مفتی پاکستان کے والد مرحوم مولانا محمد یٰسین صاحب صدر مدرس شعبہ فارسی دارالعلوم سے فارسی کی اعلیٰ کتابیں پڑھیں اور اکثر مضامین میں سب سے اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کی،[5] ۱۳۱۸ کے ریکارڈ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے ساتھ اسی سن آپ نے عربی کی تعلیم بھی شروع کر دی تھی اور امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوئے تھے۔[6]

آپؒ کے اَساتذہ

حافظ احمد عظیم صاحب دیوبندی جن سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ حافظ نامدار صاحب جن سے آپ نے قرآن کریم پڑھا۔ منشی منظور احمد صاحب مدرس دوم شعبہ فارسی وحساب جن سے حساب سیکھا اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ مولانا محمد یٰسین صاحب دیوبندی نے آپ کو فارسی کی اعلی کتابیں پڑھائیں۔ لیکن عربی علوم وفنون کی تعلیم کا جہاں تک تعلق ہے اس سلسلے کے اساتذہ میں وہی حضرات ہو سکتے ہیں جو ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۱ء

---

[3] فیروزالدین، فیروزاللغات، والیم ۲، "معتزلہ"

[4] حسن جاراللہ زیدی، تاریخ معتزلہ، سعید ایچ کمپنی ادب منزل کراچی، ص ۳۱۔

[5] **نفس مصدر**'، بحوالہ، الحطط والاثار۔

[6] **نفس مصدر**'، ص ۳۴۔

میں دارالعلوم میں بحیثیت پر و فیسر فرائض انجام دیتے تھے۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی دارالعلوم کی ١٣٢٠ ھ کی رپورٹ کے مطابق حسب ذیل ہیں۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، مولانا محمد یٰسین صاحب شیر کوٹی، مفتی عزیزالرحمٰن صاحب دیوبندی، حکیم محمد حسن صاحب برادر اصغر شیخ الہند، مولانا غلام رسول صاحب (صوبہ سرحد)، مولانا مرتضٰی حسن صاحب چاندپوری، مولانا گل محمد خان صاحب اور مولانا محمد احمد صاحب جو کارِاہتمام مدرسہ کے علاوہ مدرّسی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ علم تجوید وقراءت قاری عبدالوحید صاحب الہ آبادی سے حاصل کیا۔[7]

درس وتدریس

آپ کا تعلیمی سلسلہ ١٣٢٥ھ مطابق ١٩٠٩ء تک جاری رہا۔ یو ں تو آپ اپنے طالب علمی کے زمانہ میں بھی پڑھاتے تھے۔ مگر باقاعدہ طور پر آپ ١٣٢٦ ھ کے شوال سے دارالعلوم دیوبند کے مدرس بن گئے۔ اسی سال مدرسہ فتح پور دہلی کے صدر مدرس بن گئے۔ آپ وہاں شعبان ١٣٢٨ھ بمطابق ١٩١١ء تک دورہ حدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے مگر شوال ١٣٢٨ھ مطابق ١٩١١ء آپ کو دوبارہ دیوبند بلالیا گیا۔ آپ نے وہاں ١٣٤٥ تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ مگر بعض وجوہات کی بناء پر حضرت مولانا انور شاہ صاحب، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اور علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب ڈھابیل جامعہ اسلامیہ میں چلے گئے۔ ١٣٥٢ میں مولانا انور شاہ صاحب فوت ہوگئے تو ان کے حصے کی کتابیں بھی مولانا شبیر احمد کو پڑھانی پڑیں۔ ١٣٥٤ھ مطابق ١٩٣٤ ء میں ممبران مدرسہ نے دارلعلوم دیوبند میں علامہ شبیر احمد عثانی کی موجودگی کو ضروری خیال کیا۔ تو آپ کو دوبارہ دیوبند آنا پڑا۔ اور ١٩٤٣ء مطابق ١٣٦١-٦٢ میں آپ خود دارالعلوم سے علیحدہ ہوئے۔[8] ١٩١١ء مطابق ١٣٢٨ ھ میں آپ نے اپنے جدی موروثی مکان کا اپنا حصہ بیچ کر حج کا فریضہ ادا فرمایا۔ بعدازاں ١٩٦٤ مطابق ١٣٤٤ میں جمیعۃ العلماء کے ارکان مفتی کفایت اللہ وغیرہ کے ہمراہ وفد کے رکن کی حیثیت سے شاہ عبدالعزیز کی دعوت پر موتمرِ مکہ میں شرکت کر کے عربی میں تقریریں کیں۔ سلطان عبدالعزیز نے آپ کی تقریروں کو سراہا۔[9]

---

[7] سعدالدین تفتازانی، المطبع العلیمی دہلی انڈیا، ت۔ن، ص٦

[8] حسن جاراللہ زیدی، تاریخ معتزلہ، ص۱۲۳۔

[9] شیخ محمد ابوہریرہ، اسلامی مذاہب، مترجم غلام احمد حریری، ملک سنز، تاجران کتب خانہ، کارخانہ بازار فیصل آباد، سنہ ت۔ن، ص۲۵۳۔

Published:
March 29, 2025

مشہور تصانیف

الشّہاب، الاسلام، العقل، النقل، اعجاز القرآن، تفسیر عثمانی، فتح الملہم شرح مسلم، تقریر بخاری، فضل الباری شرح بخاری وغیرہ۔

مضامین اور مکالمے

معارف القرآن، لطائف حدیث، الدار الآخرہ، ہدیہ سنیہ، قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے، تحقیق خطبہ جمعہ، تشریح واقعہ دیوبند (جوابی انداز میں)، حجاب شرعی، سجود الشمس، خوارق عادات، الروح فی القرآن، سینما بینی وغیرہ۔

مشہور تقاریر اور خطبے

خطبہ ترک موالات، خطبہ یا (پیغام) جمعیت علماء کلکتہ، خطبہ مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ، خطبہ جمعیت علماء لاہور، خطبہ صدارت ڈھاکہ، بیان وخطبہ موتمر اسلامی کراچی۔ (بزبان عربی)۔[10] ویسے تو آپ ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے لیکن دو کارناموں نے آپ کی زندگی کو دوام بخشا۔

فتح الملہم شرح مسلم اور تحریکِ پاکستان میں مثالی کردار

1۔ فتح الملہم شرح مسلم

یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے جس کے بارے میں انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں۔[11]

> **"لاجرم علامه عصر خود مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی که محدث ،مفسرو متکلم این عصر اندو درعلم دین احقرہیچکس خدمت این کتاب بهتر وبرترازیشان نتوانست کرد، متوجه این خدمت شده منت برقاب اهل علم نهادند "**

ترجمہ:۔ یقیناً مولانا مولوی شبیر احمد عثمانی اپنے زمانے کے محدث، مفسر اور متکلم ہیں اور احقر کے علم میں کوئی شخص اس کتاب (مسلم شریف) کی خدمت ان سے زیادہ بہتر اور برتر نہ کر سکا۔ اس خدمت کی طرف متوجہ ہو کر انہوں نے اہل علم پر احسان کیا ہے۔

2۔ تحریک پاکستان میں کردار

قیامِ پاکستان اگرچہ مسلم لیگ کی کوششوں اور تمام مسلمانوں کی قربانیوں کا ثمرہ ہے مگر اس تحریک کو اسلامی رنگ مولانا عثمانی ہی نے دیا۔ ١٩٤٥ء سے آپ باقاعدہ طور پر تحریک پاکستان کا حصہ بن گئے قائد اعظم کے ساتھ ایک اہم ملاقات کی اور جب ١٤ اگست ١٩٤٧ مطابق ٢٧ رمضان ١٣٦٦ھ شب قدر میں پاکستان معرض وجود میں آیا تو علامہ نے اس جشن میں شرکت کی۔ قائد اعظم کی فرمائش پر علامہ عثمانی نے کراچی میں پاکستان کا جھنڈا لہرایا اور پرچم کشائی کی تقریب کا افتتاح کیا۔ اور پہلی دستور ساز مجلس میں "تُوْتِی الملک من تشآء وَتنزع الملک

---

[10] نفس مصدر، ص ۲۵۴

[11] نفس مصدر

ممّن تشآء" (آل عمران: ٢٦)پڑھ کراجلاس کا آغاز فرمایا۔[12] اگر بانیان پاکستان میں سے علامہ عثمانی کو بھی ایک بانی کہا جائے تو قطعاً بے جانہیں ہوگا۔

وفات

مولاناشبیر احمد عثمانی مرحوم صفر المظفر ١٣٦٩ مطابق ١٣ دسمبر ١٩٤٩ بروز منگل گیارہ بج کرچالیس منٹ پر بغدادجدید (جامعہ عباسیہ بھاول پور) میں فوت ہوگئے آپ کی میت کو تابوت میں بند کرکے کراچی بھیجا گیا۔ اور ١٤ دسمبر کو اسلامیہ کالج کراچی کے میدان میں دفن ہوئے۔ غسل میت مولانابدرِ عالم نے دیااور نمازجنازہ مفتی محمد شفیع صاحب نے پڑھائی۔[13]

ایمان کی لغوی تحقیق

لفظ ایمان کے حروف اصل ء، م، ن ہیں۔ مجرد میں یہ کلمہ تین ابواب میں مستعمل ہے۔ اَمَنَ یأ مِنِ ء امناً

1۔باب ضرب یضرب سے: اعتماد کرنا بھروسہ کرنا۔

2۔باب سَمِعَ یَسْمعُ سے: جیسے اَمِنَ ےَاَمَنُ اس کا معنی ہے مطمئن ہونا: سکون سے رہنا، بے خوف ہونا محفوظ رہناہے۔ اور یہ خوف کی ضد ہے۔

3۔باب کَرُمَ یکْرُمُ کرامةً سے: ۔اَمُنَ یامنُ امانۃًاس کا معنی ہوتاہے۔ امانت دار ہونا۔ امین ہونا۔ معتمد علیہ ہونا۔

اس مجرد کو باب افعال پر لائے تو اٰمَنَ یومِنْ ایماناًہوا یہ کلمہ ایمان چار طرح استعمال ہوتاہے۔

بطور فعل لازم: اس کی معنی ہیں باامن ہونا جیسے آمنتُ۔

ب۔ **بطور متعدی نبفسہ:** اس وقت اس کے معنی ہونگے امن دینا بے خوف کردینا جیسے قرآن میں ہے۔ واٰ مَنَهم من خوف الفيل: ٤

ج۔ متعدی باالباء: جیسے اٰمن الرسول بماانُزِل الیہ من رَّبہ والمؤمنون: البقرہ: ٢٨٥

امنت با الله و ملَئِكته وكتبه ورسله۔

ج۔ متعدی ب لام وب علیٰ: اس کے معنی ہیں مطیع اور تابعدار ہونا جیسے وَماانت بمومن لناوَلو کناصادقین ! یوسف: ١٧[14]

اَمُنَ (ک) امانةً امین ہونا۔ امانت دار ہونا۔ صفت امین جس کی جمع اُمَناء ہے۔

[12] نفس مصدر، ص ٢٦٢

[13] نفس مصدر

[14] نفس مصدر، ص

Published:
March 29, 2025

اَمَنَه (ض)امناً کس پر اعتماد بھروسہ کرنا کس پر اعتماد کرنا۔ صفت امین۔

اَمِنَ (س) اَمناً ، وَاَ مَناً، اما ناً ، اَمَنَةً مطمئن ہونا صفت آمِن، امین واَمَنَۃً، جیسے امن الاسد شیر ، اسد کا شیر سے بچنا۔ اٰمّن آمین کہنا، کسی کو امن واطمینان میں کرنا: اِئتَمن فلاناً علی کذا: کسی کو کسی چیز پر امین بنانا۔ آمَنَه ایماناً امن دینا، مان لینا، خداتعالیٰ کی وحی پر دل وجان سے ایمان لانا۔

المومن: ماننے والا، تصدیق کرنے والا، خداتعالیٰ کے احکام پر یقین لانے والا۔ الماموں: معتمد علیہ شخص، معتبر آدمی۔

المامن: امن کی جگہ۔[15]

الامن والآ مِن، کصاحِبِ۔ ضد الخو ف، اَمِنَ کفرح، اَمَناً وِاَ ما ناً، بفتحهما، وامَناً و اَمَنَةً، محرکتین وَ أِ مناً، بالکسر فهو اٰمِن و اَمین کفَرِ ح و امیر۔۔۔۔۔۔

ترجمہ:۔ امن (کالفظ) خوف کی ضد ہے اور لفظ آمن (لفظ) صاحب کی طرح ہے۔ لفظ اٰمِنَ مثل فرِح کے ہے۔ اٰمناً (ھمزہ اور میم) دونوں مفتوح ہوں۔ اور لفظ اِمناً کسرہ کے ساتھ ہو تو وہ آمن اور امین مثل فرح اور امیر کے ہوگا۔

والا مانة ولا مَنَة ضد الخیانة وَقد اَمِنَه کسمع اَمَّنَه تامیناً وِائتَمنَه وِا ستأ مَنَه، وقد اَمُنَ لکرم فهوامین۔۔ وَآمَنَ به ایماناً، صَدّقَة، ولا یمان: الثقة، و ا ظهار خضوع وَقبول الشریعة۔[16]

ترجمہ:۔ (لفظ) الا مانة والا مَنَة (لفظ) خیانت کی ضد ہیں اور بے شک (لفظ) اَمِنَةً مثل تا میناً (باب تفعیل) سے ہے۔ اور "و ائتمنَه واستأ منه (باب افتعال اور استفعال سے ہیں) اور تحقیق لفظ "آمَنَ به ایماناً" کے معنی کسی کی تصدیق کرنے کے ہیں اور اسی سے لفظ ایمان ہے جس کے معانی پختہ یقین، عاجزی ظاہر کرنے اور شریعت قبول کرنے کے ہیں۔

ایمان کی اصطلاحی تعریف

لغوی تعریف: والا یمان فی اللغة التصدیق، ای ا ذعان حکم المخبر و قبوله صادقاً

ترجمہ:۔ اور ایمان لغت میں تصدیق کرنے کا نام ہے یعنی خبر دینے والے کی (بات کی) تصدیق کرنا، اسکو قبول کرنا اور اس کو سچا ماننا۔

شرعی تعریف:۔ التصدیق بما علم مجیئ النبیؐ به ضرورتاً ، تفصیلاً فِیماعلم تفصیلاً واجما لاً فیما علم اجمالاً وهذاَ مذهب جمهور المحققین"[17]

---

[15] نفس مصدر، ص ۲۶۲

[16] نفس مصدر، ص ۲۷۳

[17] نفس مصدر، ص ۳۰۹

Published:
March 29, 2025

اور شریعت کے اندر اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم جو دین لائے اسے پورے طور پر مان لینے کا نام ایمان ہے شریعت نے جن مسائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کو تفصیلاً ماننا اور جن کو اجمالاً بیان کیا ہے ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔ اور یہ جمھور محققین کا مذہب ہے۔ جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے وہ تواتر سے ثابت ہونگی۔ تواتر سے ثابت شدہ کسی ایک چیز کا انکار کفر ہے۔ لغت میں کفر کا معنی ہوتا ہے چھپانا۔ الکفر الستر لغۃ۔ لغت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے کفر درعہ بثوبہ۔ اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپا دیا۔ اسلئے کفر کی اقسام ذکر کی جاتی ہیں۔

اقسام کفر

الکفر نقیض الایمان و یقال لا ھل دار الحرب: قد کفر وا، ای عصو و امتنعوا۔ والکفر: نقیض الشکر، کفر النعمه، ای لم یشکر ھا، والکفر اربعة انحاء : کفر الجحو د مع معرفة القلب، و جحدو ابھا واستیقنتھا انفسھم (النمل : ١٤)وکفر المعاندة: وھو ان یعرف بقلبه و یأ بی بلسانه، وکفر نفاق وھو ان یؤ من بلسانه والقلب کافر۔ وکفر الانکار وھو کفر القلب وللسان۔[18]

ترجمہ:۔ ایمان کفر کی ضد ہے اور اسلئے اھل دار الحرب کیلئے کہا جاتا ہے کہ "قد کفروا "یعنی انہوں نے نافرمانی کی ہے اور (اطاعت سے) رک گئے اور اس طرح کفر شکر کی بھی ضد آتی ہے یعنی کفران نعمت کرنا، شکر ادانہ کرنا۔ کفر کی چار قسمیں ہیں۔

1۔ **کفر الجحود:**۔ دل سے اقرار (معرفت قلب) اور زبان سے انکار کرنا۔ کفر الجحود کی مثال ابلیس، فرعون، آل فرعون ہیں۔

2۔ **کفر المعاندہ:**۔ دل اور زبان سے اقرار کرنا۔ مگر کسی وجہ سے ایمان واسلام قبول نہ کرنا۔ اس کی مثال ہر قل، ابو طالب وغیرہ ہیں۔ مثلاً مدینہ کے منافقین۔

3. **کفر النفاق:**۔ زبان سے اقرار دل میں انکار۔

4. **کفر الانکار:**۔ دل اور زبان دونوں سے انکار کرنا۔ ان کی مثال مکّہ کے مشرکین اور دوسرے عمومی کفار ہیں۔

ایمان کیا ہے؟ یعنی بحثِ ایمان

ایمان کا تعلق "دل" سے ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضرات فقہاء، سادات، متکلمین اور دیگر فرقوں کے مابین ایمان کے مصداق، ایمان کی حقیقت اور ایمان کی حیثیت میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ آیات وروایات کے ظاہری معنی ہیں۔ مشہور اختلافی عنوانات درج ذیل ہیں۔

1. ایمان بسیط ہے یا مرکب؟

2. اعمال کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں یا نہیں؟

3. ایمان میں کمی وبیشی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

---

[18] حیات امام احمد بن حنبل، سید رئیس احمد جعفری، ملک سنز، تاجران کتب خانہ کارخانہ بازار، فیصل آباد، س ن ت ن، ص ۱۴۲

Published:
March 29, 2025

1. ایمان بسیط ہے یا مرکب

اس کی درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

1. **بسیط فقط تصدیق:** امام اعظم ابو حنیفہ، حضرات صاحبین، امام غزالی، اکثر فقہاء اور جمہور محققین و متکلمین کے نزدیک ایمان بسیط ہے یعنی تصدیق قلبی کا نام ایمان ہے۔ اقرار لسان اسلامی احکات کے اجراء و تنفیذ کیلئے شرط ہے شطر نہیں ہے یعنی جز نہیں ہے: اس لئے اقرار حقیقت ایمان سے خارج ہے۔

2. **بسیط فقط معرفت:** علامہ جہم بن صفوان فرقہ جہمیہ اور اھل تشیع کے نزدیک ایمان بسیط ہے معرفت حق (دل سے حق کو پہچاننے) کا نام ایمان ہے۔ تصدیق و اقرار ضروری نہیں ہے۔

3. **بسیط فقط اقرار:** علامہ محمد بن کرام اور اس کے ہم نوائوں کرامیہ کے ہاں ایمان بسیط ہے فقط اقرار کا نام ایمان ہے۔ تصدیق قلبی ضروری نہیں ہے۔

4. **مرکب ثنائی:** علامہ نعمان اور اس کے متبعین فرقہ مرجیہ کے نزدیک ایمان مرکب ثنائی ہے۔ یعنی ایمان تصدیق اور اقرار باللسان سے مرکب ہے۔

5. **مرکب ثلاثی:** امام مالک، امام شافع، امام احمد۔ امام بخاری معتزلہ، خوارج، اور اکثر محدثین کے نزدیک ایمان تین امور سے مرکب ہے۔ تصدیق قلبی، اقرار لسانی، اعمال جوارح ان تین کے مجموعے کا نام ایمان ہے۔ [19]

ایمان اور اسلام کی بحث

مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب ایمان کی بحث کو ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی کی کتاب سے کچھ یوں لکھتے ہیں:

> **''قال الشارح محی الدین النووی ''ا هم ما یذکر فی باب ا ختلاف العلماء فی الایمان والا سلام وعمومهاوخصو صها وان الایمان یز ید و ینقص ام لا ؟وان الاعمال من الایمان ام لاوَقداکثرالعلماء رحمهم الله تعالی من المتقدّ مین والمتاخِّرین القول فی کل ماذکرنا و انااقتصر علی نقل الاطراف من متفرقات کلامهم یحصل منها مقصود ماذکرته مع زیا دات کثیره ''[20]**

ترجمہ: ۔ سب سے زیادہ اہم بات جو علماء کے اختلاف کے باب میں ذکر کی گئی ہے کہ (کیا) ایمان اور اسلام (ایک چیز ہیں) اور (کیا ان میں عموم اور خصوص کی نسبت ہے؟) کیا ایمان بڑھتا اور کم ہوتا ہے یا نہیں؟ اور کیا اعمال ایمان (کا جز) ہیں یا نہیں؟

اس عبارت سے درج ذیل سوالات ابھرتے ہیں۔

1۔ ایمان اور اسلام میں کیا فرق ہے؟

2۔ کیا اعمال ایمان کا جز ہیں؟

3۔ کیا ایمان بڑھتا ہے یا کم ہوتا ہے؟

---

[19] **نفس مصدر**، ص ۱۴۲

[20] شیخ محمد ابوزہرہ، مترجم غلام احمد حریری، ص ۲۶۹

ان سوالات کے جوابات دینے اور مختلف دلائل سے مختلف مکتب فکر کے عقائد کی تردید یا تائید پر بحث کو مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے تفصیلاً لکھا ہے کہ اکثر لوگوں نے یہاں اھل سنت والجماعت کے باھم اختلاف کو ہوا دینے کی کوشش کی ہے مگر حقیقت اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان کا باھم اختلاف صرف لفظی ہے۔ حقیقی نہیں ہے۔ لوگوں کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔

1۔ کیا اسلام اور ایمان ایک چیز ہے یا نہیں ہے؟

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔

الاسلام ہو الایمان او غیرہ [21]

یہ عنوان دیکر شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں۔

''قال الغزالی: المسئلة الاولیٰ: اختلفوا فی ان الاسلام هوالایمان او غیره؟ وان کان غیره فهل هو منفصل عنه یو جد دونه، او مر تبط به یلازمه؟ فقیل: انهما شئ واحد، وقیل: انهما شئان لا یتو ا صلان، و قیل: انهما شیئان ولکن یر تبط احد هما بالا خر۔۔۔۔فی هذا ثلا ثة مباحث، بحث عن موجب اللفظین فی اللغة ، وبحث عن المراد بهمافی اطلاق الشرع، و بحث عن حکمهمافی الدنیا و الآ خره والبحث الاول لغوی ، والثانی تفسیری، والثالث فقهی شرعی[22]''

امام غزالی فرماتے ہیں کہ پہلا مسئلہ جس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہیں یا علیحدہ ہیں؟ اگر وہ (ایک دوسرے کے) علاوہ ہیں تو کیا وہ ایک دوسرے سے جدا ہیں یا ایک دوسرے سے مربوط ہیں؟ پس کہا گیا کہ وہ دونوں ایک چیز ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ دو ایسی چیزیں ہیں جو جدا جدا ہیں جو باھم ملتی نہیں ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دو چیزیں ہیں مگر ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ اس تفصیل میں تین بحثیں ہوتی ہیں۔

1. ایک بحث وہ ہے جو لغت میں دو لفظوں کو واجب کرنے والی ہے۔
2. دوسری بحث سے مراد (یہ) ہے کہ ان پر شرعی اطلاق (کیا) ہے۔
3. تیسری بحث یہ ہے ان دونوں کا کیا حکم ہے یعنی دنیا اور آخرت میں کیا حکم لگایا جائے گا۔ پہلی بحث لغوی ہے دوسری بحث تفسیری ہے اور تیسری بحث فقہی شرعی ہے۔

البحث الاول فی موجب اللغة[23]

---

[21] عبید اللہ سندھی، افادات وملفوظات، مرتب پروفیسر محمد سرور، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۴۶۶

[22] عبید اللہ سندھیؒ، شعور و آگہی، مکی دار الکتب لاہور، ۱۹۹۵، ص ۱۱۰

[23] عبید اللہ سندھی، حالات و تعلیمات اور سیاسی افکار، المحمود اکیڈمی عزیز مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔ سنہ ت ن، ص ۲۹۶

ترجمہ:۔ زمخشری فرماتے ہیں کہ لفظ ایمان "امن سے (باب) افعال ہے جیسے کہا جاتا ہے "آمنتہ "وَآمنتہ غیری" پھر کہا جاتا ہے "آمنہ "جس کی تصدیق کی جائے ہیں۔ اور حقیقت "آمنہ "کی، مخالفت ہے تکذیب کی اور یہ حرف با کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔ پس اس کو "اقرار "اور "اعتراف "کے معنی میں کر دیتا ہے اور حرف لام کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

أنو من لک و اتبعک الا ر ذلون (الشعراء:١١١)

پس اس وقت وہ اذعان اور انقیاد کے معنی میں ہو گا۔ اور بہر حال جو ابو زید نے (اہل) عرب سے حکایت کیا ہے "ما آمنت ان اجد صحابہ یعنی "ماوثقت "میں یقین نہیں کرتا۔ پس حقیقت اس کی یہ ہے کہ میں اس کے ذریعے سے امن والا ہو گیا ہوں یعنی سکون اور اطمینان والا اور بعض شراح نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کے قول کی حقیقت یہ ہے کہ "آمنت "کا معنی سکون اور اطمینان والا ہے پھر یہ معنی وثوق (یقین) کے معنی میں منتقل ہوا۔ پھر تصدیق کے معنی میں اور اس میں خفاء نہیں ہے۔ کہ یہ لفظ نسبت کے اعتبار سے ان دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ جس نے اس کو تکذیب کی ضد تسلیم کیا۔ اس نے اس کا معنی تصدیق کر دیا۔ اور جو امن والا (معنی کرنے والا) تھا لازم کی طرف منتقل ہو گیا۔ امام غزالی فرماتے ہیں۔ کہ اس میں حق بات یہ ہے کہ لفظ ایمان تصدیق سے عبارت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وماانت بمؤمن لنا** (الیوسف:١٧)

یہاں مؤمن کا معنی مصدق کا ہے۔ اور لفظ اسلام "تسلیم اور استسلام "سے مفہوم ہے جس کا معنی "الاذعان "اور "الانقیاد "ہے بمعنی انتہائی درجے کا مطیع ادر فرمانبردار ہونا۔ اور سرکشی، انکار اور دشمنی کو چھوڑ دینا۔ اور تصدیق کا محل خاص ہے اور وہ دل ہے اور زبان اس دل کی ترجمان ہے۔ "وَاما تسلیم "پس یہ لفظ (تسلیم) عام ہے قلب، لسان اور جوارح کو (شامل) ہے اور ہر وہ تصدیق جو دل میں ہو پس وہ تسلیم ہے۔ اور انکار اور کفر کا چھوڑنا ہے اور زبان کے ساتھ اعتراف کرنا بھی (ضروری) ہے اور اعضاء جوارح کا مطیع ہونا بھی ضروری ہے۔ لغت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان خاص ہے اور اسلام عام ہے۔ اسلئے جو ایمان ہے۔ وہ اسلام کے اشرف اجزاء (احکام) کو شامل ہو گا۔ پس ہر تصدیق تسلیم ہے۔ اور ہر تسلیم تصدیق نہیں ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی[24] الاحبار کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

"قال للا مام سبکی[25] : اشتھر المغایرہ بالعموم والخصوص المطلق فکل ایمان اسلام ولا ینعکس (الخ)"[26]

---

[24] نفس مصدر

علامہ زبیدی امام سبکی کے توسط سے اپنا مسلک بیان کرتے ہیں ایمان اور اسلام ذات کے اعتبار سے متحد ہیں۔ لیکن تعریف کے اعتبار سے مختلف گویا کہ ان میں عموم خصوص مطلق ہے۔ پس ہر ایمان اسلام ہے اور اور ہر اسلام ایمان نہیں ہے۔ پس اس نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ ان دونوں کا ظاہر ان کو برابر کرتا ہے اور ایک دوسرے کو معنی کی وجہ سے لازم کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام ظاہری تابعداری سے موضوع ہے اور ایمان اس کیلئے شرط ہے اور ایمان تصدیق باطن سے موضوع ہے۔ جس میں زبان سے اقرار شرط لگائی گئی ہے۔ پس ان دونوں کا لازم وملزوم ہونا اور جدا ہونا ثابت ہو گیا۔ اوور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ہر اسلام ایمان ہے۔ اور ہر ایمان اسلام ہے اور اس بات کی نفی بھی نہیں کی جاسکتی کہ یہ دونوں جدا جدا ہیں مگر لازم وملزوم ہیں اور جب ہم تباین کا معنی کرتے ہیں۔ اور ہم ان کو ایک ذات بھی نہیں کہہ سکتے اور اگر ان کو لازم قرار دیا جائے تو یہ اسلام میں (اضافہ ہو گا) یعنی لفظ اسلام کو متعدی بنانا ہو گا۔ یعنی وہ کچھ چاہیے گا اور وہ جس کو چاہے گا وہ ایمان ہے کیونکہ ایمان کے بغیر اسلام نہیں ہے۔ مولانا محمد زکریا صاحب تقریرِ بخاری میں لکھتے ہیں "ایمان نام ہے: تصدیق الرسول بما جاء بہ "کا۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری) میں لکھتے ہیں۔

والذی يظهر من مجموع الا دله ان لكل منهما حقيقة شرعيه كما ان لكل منهما حقيقت لغوية الخ[27]

وہ جو ظاہر ہوتا ہے تمام دلیلوں کے مجموعہ سے کہ بے شک ان دونوں (اسلام اور ایمان) کیلئے حقیقت شرعی بھی ہے۔ جیسا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے حقیقت لغوی ہے لیکن ان میں سے ہر ایک دوسرے کو معنی کی تکمیل کیلئے لازم پکڑنے والا ہے۔ پس (ثابت ہوا) کہ عمل کرنے والا مسلمان کامل نہیں ہو گا جب تک (اس کا ایمان) اعتقاد نہیں ہو گا اور اس طرح اعتقاد رکھنے والا کامل مؤمن نہیں ہو گا جب تک (اسلام پر) عمل نہیں کرے گا اس حیثیت سے ایمان کا اطلاق اسلام پر کیا جاتا ہے اور اسلام کا اطلاق ایمان پر کیا جاتا ہے یا اطلاق کیا جائے گا ان میں ایک کا دوسرے پر جب وہ اکھٹے وارد ہو نگے پس وہ مجازی معنوں میں ہونگے اور یہ بات سیاق وسباق سے ظاہر ہو گی۔ پس جب وہ دونوں (اسلام اور ایمان) اکٹھے وارد ہونگے سوال کرنے کے مقام پر تو دونوں حقیقت پر محمول ہونگے (مجاز پر نہیں) اگر وہ اکٹھے وارد نہ ہوں اور وہ سوال کی جگہ پر وارد نہ ہوں تو ممکن ہے کہ محمول ہوں حقیقت پر یا مجاز پر اور یہ بات قرائن سے معلوم کی جائے گی۔

---

[25] نفس مصدر

[26] نفس مصدر

[27] نفس مصدر

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
March 29, 2025

اور ان دونوں آخری اقوال کا مرجع موجب لفظی ایمان اور اسلام ہو گا بیچ اطلاق شرعی کے۔ اور یہ دوسری بحث ہے ان تینوں بحثوں سے جن کو امام غزالیؒ نے اپنی صدر کلام میں ذکر کیا۔

علامہ آلوسی ایمان کی لغوی اور شرعی تعریف بیان کرتے ہیں "والایمان فی اللغۃ التصدیق" کہ ایمان لغت میں فقط تصدیق کا نام ہے۔

شرعی تعریف

التصدیق بماعلم مجیئ النبیﷺبه ضرورة، تفصیلا فیما علم تفصیلاًواجمالاً فیما علم اجمالاً۔[28]

ترجمہ:۔ شریعت کے اندر اس سے مراد یہ ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ جو دین لائے اسے پورے طور پر مان لینے کا نام ایمان ہے صاحب شریعت نے جن مسائل کو تفصیل سے بیان کیا ان کو تفصیلاً ماننا اور جن کو اجمالاً بیان کیا ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔

اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ علم تواتر سے ثابت ہو گا۔ اور تواتر کی چار قسمیں ہیں۔[29]

شرعی بحث

امام غزالی فرماتے ہیں کہ دوسری بحث جو اطلاق شرع سے ہے۔ اسکی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔[30]

1. ایمان اور اسلام میں ترادف
2. ایمان اور اسلام میں تفارق
3. ایمان اور اسلام میں تداخل

1۔ ایمان اور اسلام میں ترادف

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں ۔

(ا) فاخر جنامن کا ن فیھامن المؤمنین فماوجدنا فیھا غیربیت من المسلمین (الزاریات :٣٥،٣٤)"

اور یہ بات یقینی ہے کہ وہاں صرف ایک گھر مسلم مؤمن تھا اور وہ حضرت لوطؑ کا گھر تھا۔ ایک اور جگہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

(٢)یقوم ان کنتم اٰمنتم باالله فعلیه توکلوا ان کنتم مسلمین(یونس : ٨٤).

اس آیت میں ایمان اور اسلام کو یکجا کر دیا گیا ہے جس سے دونوں کا ھم معنٰی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

---

[28] نفس مصدر

[29] عبید اللہ سندھی، حالات وتعلیمات اور سیاسی افکار، المحمود اکیڈمی، عزیز مارکیٹ، اردو بازار لاہور، سنہ ت ن، ص ٢٩٤

[30] عبید اللہ سندھیؒ، حالات وتعلیمات وسیاسی افکار، ص ٣٠٠

(٣)"قِا ل النبی ﷺ"بنی الاسلام خمس"وفسر رسو ل اللہ ﷺ الایمان بھذہ الحمنس فی حدیث و فد عبد القیس"[31]

ترجمہ: ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اور جس کی تفسیر و تشریح رسول اللہ ﷺ نے وفد عبدالقیس والی حدیث میں بیان کی ہے۔

حضرات ائمہ ثلاثہ، سادات محدثین، امام بخاری اور خوارج و معتزلہ کے نزدیک ایمان اور اسلام میں ترادف وتساوی کا رشتہ ہے[32]

قلت ھذا محتمل ، لیس متعیناً فی حدیث و فد عبد القیس کما سیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ" [33]

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب "قلت" فرما کر اس عقیدہ کی نفی فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث سے جس کو تفسیر کہا گیا ہے۔ ایمان کا معنی متعین نہیں ہوتا۔ گویا کہ علامہ موصوف اس نقطہ نظر سے الگ فکری انداز رکھتے ہیں۔ جس کو وہ آگے بیان بھی کرتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں سے مراد مؤمن کامل ہے۔ جنہیں تصدیق قلبی کے حصول کے سبب مؤمن اور اعمال صالحہ پر پابندی کے سبب مسلم کہا گیا ہے۔ ولا اشکال فیہ۔

2۔ اسلام اور ایمان میں تفارق

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **قالت الاعراب أٰ منا قل لم تؤ منو ا ولکن قولو ا اسلمنا ولما ید خل الا یمان فی قلو بکم۔ "(الحجرات: ١٤)**

اس آیت میں ایمان کی نفی ان کے دلوں سے کی گئی ہے۔ کیونکہ ایمان دل میں ہوتا ہے اور وہ دل کی تصدیق اور اطمینان ہے یا استحکام تصدیق ہے اور اس کا دلوں میں راسخ ہونا ہے۔ ان کا اسلام تو ثابت ہو گیا کیونکہ انہوں نے زبان سے اقرار کر لیا تھا اور دین کے کچھ اعمال پر عمل بھی ان کے اعضاء جوارح سے ظاہر ہو رہے تھے۔ مگر ان کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا۔ اور جس کی تشریح مسند احمد میں یوں کی گئی ہے۔ **"الا سلام علانیہ والا یمان فی القلب"**

ثم یشیر بیدہ الی صدرہ ثلاث مرات قال: ثم یقول "التقویٰ ھاھنا، التقویٰ ھاھنا"[34]

ترجمہ: ۔ اسلام ظاہر ہوتا ہے اور ایمان دل میں ہوتا ہے فرمایا پھر اپنے ہاتھ سے اپنے سینے (دل) کی طرف تین مرتبہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "تقوی یہاں ہوتا ہے تقویٰ یہاں ہوتا ہے"۔

---

[31] البخاری، محمد بن اسماعیل بن عبداللہ الجعفی، الجامع الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسنہ وایامہ (صحیح بخاری)، الناشر دار طوق النجاۃ، الطبعہ: الاولیٰ، ھ، :، باب قول اللہ تعالیٰ: (واللہ خلقکم وما) (مکتبہ شاملہ)

[32] عبدالقوی، مفتاح النجاح

[33] فتح الملھم، ص

[34] ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال بن اسد الحنبلی، الشیبانی (م) مسند الامام احمد بن حنبل (الرسالہ)، مؤسسہ الرسالۃ، الطبعہ: الاولیٰ ھ ء۔ حدیث: ، باب مسند انس بن مالک بن انس، (شاملہ)

Published:
March 29, 2025

مؤمن پہ جن چیزوں کے ساتھ ایمام لانا ضروری ہے:

حدیث جبرائیل میں جب آپ ﷺ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان تؤمن با اللہ ، وملٰئکتٰہ وکتبه ورسله واليوم الاخر وبا لقدر خيره وشره فقيل: فما الا سلام؟فا جاب بذكر الخصال الخمس فعبّر با لا سلام عن تسليم الظاہر با لقول والعمل۔[35]

ترجمہ: یہ کہ تو ایمان لائے اللہ کے ساتھ اس کے فرشتوں کے ساتھ، اس کی کتابوں کے ساتھ، اس کے رسولوں کے ساتھ، اور یوم آخرت پر اور اچھی اور بری تقدیر پر۔ اور جب آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں سوال ہوا کہ "فما الا سلام" کہ اسلام کیا ہے تو آپ ﷺ نے پانچ چیزوں کا ذکر کیا۔ اور اسلام کو ظاہری تابعداری کے ساتھ تعبیر فرمایا جو عمل اور قول کے ساتھ خاص ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں اس حدیث جبرائیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اھل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے اور حدیث جبرائیل میں عام سے خاص کی بات کی گئی ہے۔ اور آخر میں احسان جو اخص ہے اس کی بات کی گئی ہے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ ایمان اسلام سے خاص ہے اور احسان ایمان میں خاص ہے۔[36]

3۔ ایمان اور اسلام میں تداخل

ایمان اور اسلام میں تداخل بھی ہے کیونکہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا

اى الاعمال افضل؟ فقال۔ ايمان با اللہ ورسوله قيل ثم ما ذا؟قال:جهادفی سبيل اللہ قيل ثم ماذا؟ قال

اور جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا "ای الاسلام افضل ؟فقال "الایمانً"[37] آپ ﷺ نے سب سے اچھا عمل ایمان کو قرار دیا اور اچھا اسلام بھی ایمان کو قرار دیا اور یہ تداخل کی دلیل ہے۔ اور وہ زیادہ موافق ہے لغت میں استعمالات کیلئے کیونکہ ایمان عمل ہے اعمال سے اور وہ ان میں سب سے افضل ہے اور اسلام وہ ہے جو ماننا ہے باتوں کا، دل کے ساتھ ہوگا یا زبان کے ساتھ ہوگا اور یا پھر جوارح کے ساتھ ہوگا اور افضل اسلام وہ ہے جو دل میں ہو اور وہ تصدیق ہے جس کا نام ایمان ہے۔ ایمان اور اسلام کے استعمالات چاہے اختلاف کے راستے سے ہوں یا تداخل کے راستے سے ہوں یا ترادف کے راستے سے ہوں یہ سب کے سب لغت میں تجوز کے راستے سے خارج نہیں ہیں۔[38]

---

[35] مسلم بن حجاج ابوالحسن القشیری النیشاپوری (م)، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ، الناشر: داراحیاء التراث العربی۔ بیروت، سن اشاعت: ت ن۔ حدیث: (شاملہ)

[36] ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر القریشی، البصری الدمشقی (م)، تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر): دار طیبہ للنشر والتوزیع، الطبعۃ: الثانیہ، تفسیر سورۃ الحجرات: (مکتبہ شاملہ)

[37] ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی (م ھ)، تعظیم قدر الصلوٰۃ۔ باب احادیث وفد عبدالقیس قال ابوعبداللہ، مکتبۃ الدار۔ المدینۃ المنورۃ، الطبعہ: الاولیٰ، (المکتبۃ الشاملہ)

[38] فتح الملھم۔

cc BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
March 29, 2025

ایمان اور اسلام کی بحث کا خلاصہ

''الحافظ ابن رجب (حنَبلی) فرماتے ہیں اِذاافرد کل من الایمان والا سلام بالذکر، فلا فرق بینھما حِینَئِذٍ وان قرن بین الاسمین کان بینھما فرق ، والتحقیق فی الفرق بینھما: ان الا یمان ھو تصدیق القلب وا قرارہ و معرفتہ ، والا سلام ھو الا ستسلام للہ والخصنوع والا نقیادلہ،وَذلک یکون بالعمل، وھو الدین کما سمی اللہ تعالیٰ فی کتابہ الا سلام:دیناً و فی حدیث جبرائیل سمی النبیﷺ الا سلام والا یمان والا حسان: دیناء فالا یمان ولاسلام کا سم الفقیر و المسکین اذا اجتمعا افتر قا وَا ذا افتر قا اجتمعا، فاذا افرد احد ھما دخل فی الآخر ، واذا قرن بینَھما احتاج کل واحد منھما الی تعریف یخصّہ'، فاذا قرن بین الایمان والا سلام فالمرادبالایمان جنس تصدیق القلب والا سلام جنس العمل''۔[39]

ترجمہ :۔ جب اسلام اور ایمان کو الگ الگ ذکر کیا جائے توان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اور اگران دونوں اسموں کو ملایا جائے توان دونوں کے درمیان فرق ہوتاہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے کہ بے شک ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے جس کااقرار کرنااور اس کی معرفت حاصل کرناضروری ہےاور اسلام اپنے آپ کواللہ کے سپرد کرنے (کانام) ہےاوراس کے سامنے عاجزی کرنےاور اس کا مطیع رہنے کا (نام) ہےاور یہ عمل سے ہو گااور وہ دین ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (بالا سلام دیناً) دین رکھاہے اور حدیث جبرائیل میں نبی کریمﷺ نے اسلام، ایمان اور احسان کانام دین رکھاہے ایمان اور اسلام اسم فقیر اور مسکین کی طرح ہیں۔ جب ان دونوں کو اکٹھا کیا جاتاہے تو وہ جدا ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان کو جدا کیا جاتاہے تو وہ اکٹھا کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور ایک کو دوسرے سے جدا کیا جائے توایک دوسرے میں داخل ہو جاتے ہیں اور اگران کو اکٹھا (بیان) کیا جائے توان میں سے ہر ایک مخصوص تعریف کا محتاج ہوتاہے پس جب ایمان اور اسلام ملے ہوئے ہوں توایمان سے مراد جنس تصدیق قلب ہےاور،

اسلام سے مراد جنس عمل ہے۔

مولاناشبیر احمد عثمانی اس کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں۔

''قلت:وحینئِذٍفالا یمان کا لروح والاسلام بدنہ او الایمان الحقیقۃ والا سلام صورتھا،
او الایمان ھو الاصل ولا سلام فرعہ۔''

یہاں ایمان سے مراد روح ہےاور اسلام سے مراد بدن یاایمان حقیقت (کانام) ہےاور اسلام اس کی شکل ہے یاایمان اصل ہےاور اسلام اس کی فرع ہے۔

[39] فتح الملھم، ص

Published:
March 29, 2025

تیسری بحث الحکم الشرعی الایمان والاسلام

ہماری تیسری بحث حکم شرعی سے ہے ایمان اور اسلام کے دو حکم ہیں۔ ایک کا تعلق دنیا سے ہے اور دوسرے کا تعلق آخرت سے ہے۔ جس حکم کا تعلق آخرت سے ہے اس سے مراد آگ سے خلاصی ہے اور ہیشگی سے روکنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''یخرج من النارمن کان فی قلبه مثقال ذرةٍ من الایمان''[40]
ترجمہ: ۔ وہ لوگ (جہنم یا آگ) سے نکلیں گے جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا۔

اور ایمان کے حکم کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایمان کی تعبیر میں فرق کیا گیا تھا۔

پس بعض ان میں کہتے ہیں کہ ایمان مجرد العقد ہے۔ اور بعض ان میں ایسے ہیں جو کہتے ہیں عقد (مرکب) ہے تصدیق قلبی سے اور زبان کے اقرار سے اور بعض ان میں تیسری بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی، زبان کے اقرار اور ارکان اسلام پر عمل کرنے کا نام ہے۔ (شبیر احمد عثمانی صاحب "ونقول" فرماتے ہیں۔

پہلا درجہ: ۔ ان تینوں کے جمع ہونے کے درمیان کہ اس کا ٹھکانہ جنت ہو گا۔ اور یہ ایک درجہ ہے۔ جس میں یہ تینوں باتیں شامل ہیں یہ بات متفق علیہ ہے کہ اس کا ٹھکانا جنت ہے اور وہ تین باتیں یہ ہیں۔

1۔ تصدیق قلبی بھی رکھتا ہو۔
2۔ زبان سے اقرار بھی کرتا ہو۔
3۔ ارکان اسلام پر عمل بھی کرتا ہو۔

دوسرا درجہ: ۔ دوسرا درجہ یہ ہے۔ کہ اس میں دو باتیں تو مکمل طور پر پائی جائیں اور تیسری بات پوری طرح نہ پائی جائے۔ یعنی وہ ایک کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو جائے یا بہت سارے کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو جائے۔

معتزلہ: ۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ ایمان سے نکل جائے گا۔ اور کفر میں بھی داخل نہیں ہو گا۔ بلکہ۔ "اسمہ فاسق" وہ فاسق شمار ہو گا اور وہ دو منزلوں ایمان اور کفر کے درمیان ایک منزل پر ہو گا۔

خوارج: ۔ و قالت الخوارج: "انہ خرج من الایمان ودخل الکفر فصار مخلداً فی النار کسائر الکفار"

[40] فتح الملہم، ص

ترجمہ: ۔ اور خوارج کہتے ہیں۔ کہ (کبیرہ کا مرتکب) ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہو جائے گا۔ اور وہ بھی باقی کفار کی طرح ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔[41]

اب ہمیں چاہیے کہ وہ بات جو خوارج اور معتزلہ کے موافق نہ ہو۔ اس کو پہچاننے کی کوشش کریں کیونکہ یہ دونوں فرقے مرتکب گناہ کبیرہ کے ابدی جہنم میں رہنے کے قائل ہیں لیکن اہل سنت کا مسلک ان کے خلاف ہے اور اہل سنت حضرات ان کی اس بدعت کے سخت خلاف ہیں۔ کیونکہ صحابہ اور تابعین اور تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ اپنے ایمان کی وجہ سے کبھی نہ کبھی ضرور نکلے گا۔ کیونکہ گناہ کی وجہ سے ایمان سلب نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا ایمان کامل بھی نہیں ہوتا بلکہ ناقص ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ گویا کہ اہل سنت کے نزدیک ایمان کی دو قسمیں ہیں۔

1. کامل ایمان
2. ناقص ایمان

کامل ایمان والا سیدھا جنت میں جائے گا اور ناقص ایمان والا اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

العمل جزء من الایمان ام لا؟

'وقد اختلفو افی حکمه فقال ابو طالب مکی "العمل با الجوارح من الایمان ولا یتم دونه -----الخ'[42]

اور تحقیق اس کے حکم میں اختلاف کیا گیا ہے۔ پس ابو طالب مکی نے کہا ہے۔ جوارح کے اعمال ایمان سے ہیں اور ایمان ان کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ اور اس پر اجماع وارد ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ اور ایسے دلائل سے استدلال کیا ہے۔ جو اس کی بات کی تردید کرتے ہیں۔ اس نے جن آیات قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔ وہ یہ ہے " ان الذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰتِ"(البقره:٢٧٧)

حالانکہ اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایمان اور اعمال الگ الگ ہیں۔ یعنی ایمان الگ ہے۔ ۔ اور اعمال الگ ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس نے اس پر اجماع ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔ کہ لا یکفراحد الا بعد جحودما اقربه۔

ترجمہ: ۔ کوئی بندہ کافر نہیں ہو گا جب تک اس بات کا انکار نہ کر دے جس کا اس نے اقرار کیا ہے "۔ اور اس وجہ سے معتزلہ کے عقیدے کا انکار کیا جاتا ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا وہ لیکن جب اس (معتزلی) سے یہ کہا جائے کہ ایک بندہ ہے۔ جس نے دل کے ساتھ تصدیق کی، زبان

---

[41] فتح الملہم ص
[42] فتح الملہم، ص

OPEN ACCESS
CC BY

کے ساتھ اقرار کیااور مر گیاتو کیاوہ جنت میں جائے گا؟ تووہ کہتاہے۔ کہ جنت میں جائے گا۔ حالانکہ اس میں ایمان پایا گیاہے عمل نہیں پایا گیااور اگر وہی آدمی کچھ عرصہ زندہ رہااور اس پر نماز کا وقت گزر گیا۔ پس نماز اس نے چھوڑ دی اور مر گیا یازنا کیااور مر گیا۔ پس کیاوہ ہمیشہ آگ (جہنم) میں رہے گا؟ پس اگر اس نے کہاکہ "نعم "جی ہاں۔ تووہ کہنے والا معتزلی ہوگااور اگر اس نے کہانہیں بلکہ وہ پہلے یابعد میں جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ (یعنی گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکل کر جنت میں داخل کیاجائے گا اس سے مراد اھل سنت ہوں گے۔ جیساکہ حضرت ابوذر کی حدیث میں وارد ہواہے "وان زنی وان سرق" ترجمہ:۔ اگرچہ زنا کرے یاچوری کرے پھر بھی جنت میں داخل ہوگا) جیساکہ نبی کریمؐ سے صحیح احادیث میں وارد ہواہے

"لا ید خل الجنة اِلا المؤ منون ،والا نفس مسلمة"[43]

ترجمہ:۔ جنت میں مسلمین یامومنین کے سواء کوئی نہیں جائے گا۔

ان احادیث سے واضح ہوتاہے کہ عمل نفس ایمان کا رکن نہیں ہے۔ اور اس (ایمان) کے وجود کیلئے شرط نہیں ہے۔ اور نہ ہی (صرف) اعمال کی وجہ سے جنت کا مستحق ہوگا۔ (بلکہ ایمان شرط ہے جنت میں داخل ہونے کیلئے)

اور یہ بھی کہا گیاہے۔ کہ اگر وہ طویل مدت زندہ رہااور اس نے نہ نماز پڑھی اور نہ ہی شرعی احکام پر عمل کیا۔ تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ وہ (معتزلہ) کہتے ہیں کہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ ہم کہتے ہیں (اھل سنت والجماعت) کہ ہمیں واضح کرکے بتائیں کہ وہ طاعت کی کیا مقدار ہے؟ جس کے چھوڑنے سے ایمان باطل ہو جائے گا۔ اور کبیرہ گناہوں کی کیا مقدار ہے؟ جس کے کرنے سے ایمان باطل ہو جائے گا تو یہ بات ممکن نظر نہیں آتی کہ اس کی مقدار کا تعین کیا جاسکے۔

اعمال کے ایمان میں داخل نہ ہونے کے دلائل

1۔ لغت کے اعتبار سے:۔

ان الخطاب الذی توجه علینا ۔۔۔۔ باقی عل معنی التصدیق منها:[44]

بے شک جو خطاب لفظ "آمَنو باللہ "کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہواہے (یہ خطاب) بے شک عربی زبان میں ہے اور اہل عرب عربی لفظ ایمان کو تصدیق کے علاوہ دوسرے معانی میں نہیں پہچانتے تھے اور نقل سے تصدیق کے معنی ثابت نہیں اگر نقل تواتر سے (کسی لفظ کا معنی) ثابت ہو جائے تو وہی معنی مراد لیا جائے گا اور اگر نقل سے کوئی معنی متعین نہ کیا جائے تو لغوی معنی کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ (لفظ ایمان کا معنی) تصدیق ہے۔

[43] مسلم بن حجاج، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل، الی رسول اللہؐ۔ : (شاملہ)

[44] فتح الملھم، ص

2۔ دل محل ایمان ہے

بہت ساری آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ ایمان کا محل "قلب" ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

او لٰئکِ کتب فی قلوبھم الا یمان۔۔المجادله(٢٢)

ترجمہ:۔ ان لوگوں (صحابہ کرام) کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے۔

من الذین قالو آمنا با فواھھم وَلم تومن قلوبھم ۔(المائده: ٤١)۔

ترجمہ:۔ بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے منہ سے کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے جو آپ ﷺ نے حضرت اسامہ سے فرمایا تھا جب اس نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ جس نے کلمہ پڑھا تھا۔ اور حضرت

اسامہ نے عذر پیش کیا تھا کہ اس نے دل سے نہیں پڑھا تھا بلکہ ڈر کی وجہ سے پڑھا تھا آپ ﷺ نے حضرت اسامہ سے فرمایا:

"ھل شققت عن قلبه" [45]

ترجمہ:۔ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔

ان تینوں نصوص سے ایمان کا محل دل معلوم ہوتا ہے۔

"فان قلت: لا یلزم من کون محل الایمان ھو القلب کون الایمان عن التصدیق لجوازہ کو نه عبارۃ عن المعرفة، کما ذھب الیه جھم بن صفوان" [46]

ترجمہ:۔ پس اگر تو کہے کہ یہ بات لازم نہیں ہے کہ ایمان کا محل قلب ہونا اور اس کا تصدیق سے تعبیر ہونا۔ ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ وہ معرفت سے عبارۃ ہے جیسا کہ جہم بن صفوان نے کہا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

قلت--- میں کہتا ہوں کہ (یہاں) معرفت مراد لینا دو وجہوں سے ٹھیک نہیں ہے۔

1۔" آمنوا باللہ " عربی لغت میں تصدیق کیلئے استعمال ہوتا ہے نہ کہ معرفت کیلئے۔

2۔ دوسری بات یہ بھی کہ اھل کتاب آپ ﷺ کی نبوت کو اور فرعون اور آل فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو پہنچانتے تھے۔ لیکن ان دونوں کو مومن نہیں کیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے تصدیق نہیں کی ہے۔

3۔ ایمان اور کفر ضد ہیں

"ان الکفر ضد الایمان۔۔لان ضد التکذیب التصدیق" [47]

---

[45] فتح الملھم، ص

[46] فتح الملھم، ص

[47] فتح الملھم، ص

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
March 29, 2025

بے شک کفر ایمان کی ضد ہے۔ اسلئے اس کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا

"فمن یکفر با الطاغوت و یومن با اللہ "(البقرہ: ٢٥٦)

ترجمہ:۔ پس جو بندہ طاغوت کا کفر کرے گا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے گا۔

کفر تکذیب اور حجود کا نام ہے۔ اور وہ دونوں دل میں ہوتے ہیں۔ پس جو ان کی ضد ہو گا وہ بھی دل میں ہو گا۔ جب دونوں محلوں میں تغایر نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ایمان فعل قلب ہے اور بے شک وہ تصدیق سے مفہوم ہے کیونکہ ضد تکذیب کی تصدیق ہے۔

4۔ اعمال کا عطف ایمان پر ہونا:۔

''انه عطف العمل الصالح''-----------الخ[48]

وَمنھا: اور اس میں سے ہے۔ کہ اعمال صالح کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے۔ جو مغایرت کا تقاضہ کرتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان الذین اٰمنو وعملو ا الصٰلحت کانت لھم جنّٰت الفردوس نزلا ۔(الکھف: ١٠٧)

ترجمہ:۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کے لئے جنت الفردوس (باغات کی ٹھنڈی چھائیں) ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان

"الذین یؤمنون با لغیب"۔ (البقرہ:٢)اور**"انما یعمر مساجد اللہ"۔(التوبہ: ١٨)**

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان الگ ہے۔ اور عمل صالح الگ ہیں۔ عمل صالح ایمان کا جز نہیں ہیں۔

5۔ عمل کا اپنی ضد کے ساتھ اکٹھا ہونا محال ہے

مقارنة بضد العمل ----۔الخ[49]

ومنھا اور اس طرح عمل صالح کا اپنی ضد کے ساتھ اکٹھا ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''وان طائفتان من المومنین اقتتلوا''۔(الحجرات۔:9)

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے ہے کہ کسی چیز کی ضد کا اس کے ساتھ ملانا ٹھیک نہیں ہے۔ اور اس پر امام بخاری نے اپنی کتاب "الجامع الصیحح "میں باب باندھا ہے

وان طائفتان من المئومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما (الحجرات:٩) فسما ھما المومنین[50]

[48] ایضاً، ص

[49] ایضاً، ص:

[50] البخاری۔ : ، (مکتبہ شاملہ)

امام بخاری نے یہ باب باندھ کر یہ ثابت کیا ہے۔ کہ کبیرہ کا مرتکب "مؤمن" ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حجرات کی اس آیت میں مسلمانوں کی دو جماعتوں کا ذکر کیا کہ اگروہ لڑپڑیں یقینی بات ہے۔ کہ ان دو جماعتوں میں سے ایک غلطی پر ہو گی اور مسلمانوں کے خلاف لڑنا اور قتال کرنا حرام ہے اور جو لڑے گا تو وہ گناہ گار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ باوجود ان کے گناہ گار ہونے کے ان کو مومن کہتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ کبیرہ کا مرتکب مؤمن ہے کافر نہیں ہے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

الذين اٰمنو ولم يلبسو ايما نهم بظلمٍ۔ (الانعام: ٨٢)

یعنی وہ ایمان والے اپنے ایمان کو حرام چیزوں سے نہیں ملاتے۔ اگر طاعت ایمان میں داخل ہوتی تو ظلم کے ملنے سے ایمان کی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ کسی چیز کی جزاس سے نفی کرنے والی ہوتی ہے ورنہ اجتماع ضدین ہو جائے گا جو محال ہے۔

6۔ شرطیت الایمان لقبولیت الاعمال

عمل کی صحت کیلئے ایمان شرط ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

1۔ واصلحو ذات بينكم واطيعواللّٰه ورسوله ان كنتم مؤمنين (الانفال: ١)
2۔ ومن يعمل من الصّٰلحٰت وهو مؤمن ۔ (طه : ١١٢)
3۔ وَمن ياء ته مؤمناً قد عمل الصٰلحٰت (طه: ٧٥)

ان تینوں آیتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اعمال صالحہ کی قبولیت کیلئے شرط ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں لفظ "آمنوا" سے خطاب کرنا اور پھر عمل کی دعوت دینا۔ قرآن مجید میں جہاں اعمال نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کا ذکر ہے تو ان کو لفظ "آمنوا" سے مخاطب کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اعمال کیلئے ایمان شرط ہے۔ کیونکہ جس کے اندر ایمان نہیں تو وہ اعمال کا مکلف ہی نہیں ہے۔ اعمال کا کرنا اور نہ کرنا اس کیلئے برابر ہے۔ اور اس طرح آپ ﷺ نے حدیث جبرائیل میں ایمان کو چند چیزوں کی تصدیق کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اس حدیث میں ایمان کے ساتھ اعمال کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال ایمان کا جزو نہیں ہیں۔

7۔ حکم التوبہ عندالایمان

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا مؤمنوں کو توبہ کرنے کا حکم ہے۔

يٰا يها الذين اٰمنو اتوبو ا الى الله توبة النصوحاً۔ (التحريم: ٨)
وَتو بوا الى اللهِ جميعاً ايه المؤمنون ۔ (النور: ٣١)

CC BY

Published:
March 29, 2025

ان آیتوں میں مؤمنین کو توبہ کرنے کا حکم ہے۔ اور یقینا توبہ گناہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ تو گویا کہ گناہوں کے ساتھ مومن مومن ہی رہتا ہے۔ کافر نہیں ہوتا۔ کیونکہ قانون یہ ہے۔" **الشئی لا یجتمع مع ضد جز ئه**"کہ کوئی چیز اپنی جز کی ضد کے ساتھ اکٹھی نہیں ہوتی۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ایک عجمی باندی کو لیکر حضور ﷺ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا"یا رسول اللہ ﷺ اگر میرے اوپر ایک مؤمنہ باندی کو آزاد کرنا ہو تو میں کیا کروں ۔ آپ ﷺ نے اس باندی سے فرمایا "**این اللہ؟**"اللہ تعالیٰ کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اپنی شہادت کی انگلی اٹھائی۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا"من انا"میں کون ہوں؟ تو اس نے اپنی شہادت کی انگلی کا اشارہ آپ ﷺ کی طرف کیا اور پھر آسمان کی طرف کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا"اعتقھا"اس کو آزاد کردے کیونکہ یہ مومنہ ہے۔[51]

اس حدیث میں بھی صرف اور صرف تصدیق کی وجہ سے اس کو مؤمنہ کہا گیا۔ اور اعمال کو ایمان کا جز نہیں کہا گیا ہے۔

طاعت شرط ایمان ہے یا جزءِ ایمان؟

اس میں اختلاف ہے کہ یہ انقیاد قلبی واستسلام باطنی یا التزام طاعت ایمان کے لئے شرط ہے یا شطر (جز)۔ بعض کہتے ہیں کہ جیسا کہ تصدیق ایک جزو ہے اسی طرح یہ انقیاد والتزام بھی مستقل ایک جُز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شرط ہے بہر حال جو بھی کہا جائے اتنی بات ضرور خیال میں رکھنی چاہیئے کہ نفس انقیاد والتزام یہ تو تحقق ایمان کے لئے ضروری ہے اور اسی انقیاد والتزام کے مطابق عمل کرتے رہنا یہ دوسری چیز ہے، نفس ایمان کے تحقق کے لئے اس کی ویسی ضرورت نہیں ہے کہ مقتضی کے خلاف اگر کوئی عمل سرزد ہو یا کسی معصیت کا ارتکاب کرلیا تو ایمان کا سلب ہو جانا لازم آجائے۔ ہاں سزا کا مستحق ضرور ہو گا۔ ان دونوں میں فرق ایسا ہی ہے جیسا کہ باغی اور مجرم میں فرق ہے۔

اقرار باللّسان شرط الایمان ام لا؟

اگر کوئی شخص بوجہ عجز کے اس پر قادر نہ ہو مثلاً اس وجہ سے کہ اس پر جبر ہے یا اس وجہ سے کہ اخرس (گونگا) ہے یا اس وجہ سے کہ اس کو فرصت ہی نہیں ملی۔ تصدیق کے بعد فوراً موت آگئی ان صورتوں میں اقرار باللّسان ساقط ہے۔ بغیر اقرار ہی کے وہ بالکل بالاتفاق کامل الایمان ہے اور جو شخص بلا عذر اصرار کرنے پر اقرار نہ کرے اور مطالبہ کرنے پر بھی اقرار نہ کرے وہ بالاتفاق کافر ہے یہ دونوں صورتیں اتفاقی ہیں اختلاف اس میں ہے کہ جس کو کوئی عذر مانع نہ تھا اور کسی نے کبھی اس سے مطالبہ بھی نہیں کیا یوں ہی تمام عمر بلا اقرار کے رہ گیا اس کا کیا حکم ہے۔

---

[51] الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، ابو القاسم الطبرانی، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، القاھرہ، البطعہ ثانیہ، ت۔ن، :(الشاملہ)

اقرار باللّسان اور متکلمین

متکلمین کا مَسلک یہ ہے کہ اقرار اباللّسان ایمان کا رکن اور جزو نہیں ہے بلکہ اجراءاحکام دنیوی کے لئے شرط ہے۔ اور صورتِ اصرار میں یعنی مطالبہ کے وقت بھی اگر اقرار نہ کرے تو اس وجہ سے کافر ہے کہ یہ اصرار اس کی عدم تصدیق پر دلالت کرتا ہے اس وجہ سے نہیں کہ اقرار فی نفسہ جزو رکن ایمان ہے۔[52]

اقرار باللّسان اور فقہاء

فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اقرار باللّسان مستقل ایک جزو اور رکن ہے ایمان کا مگر رکن زائد ہے کہ بوجہ عجز و اکراہ وعدم فرصت کے ساقط ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ سے دونوں روایتیں ہیں، ایک روایت تو مثل متکلمین کے ہے۔ جیسا کہ حافظ الدین النسفی سے ہے کہ

"اَنَّه' هُوَ الْمرْ وِی عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ" دوسری روایت مثل فقہاء کے ہے جیسا کہ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں صراحت کی ہے کہ **"اَنَّه' هُوَ الْمَحْکِیُّ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ"** اور طحاوی نے امام ابو حنیفہ سے ایمان کی جو تعریف نقل کی ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہے اتنی بات بھی یہاں خیال میں رکھنی چاہئے کہ اگر اقرار محض اجراء احکام دینوی کے لئے شرط ہو تو اس اقرار سے مراد عام طور پر اقرار کرنا، حتٰی کہ قاضی و حاکم کو اطلاع ہو جائے، فقط خود بخود تن تنہا زبان پر اجراء کر لینے سے کافی نہ ہو گا و گرنہ احکام کیونکر جاری کئے جائیں گے۔ اور اگر مستقل طور پر ایمان کا ایک جزو رکن ہو تو عام طور پر اعلان کرنا ضروری نہ ہو گا۔ تن تنہا اپنی زبان پر اس کا اجراء کافی ہو گا۔ جن لوگوں نے اقرار کو جزو اور رکن قرار نہیں دیا وہ بظاہر اس حدیث سے استدلال کر سکتے ہیں۔ جس میں آیا ہے۔

فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِه مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنْهَا[53]

جس سے معلوم ہوا کہ ایمان قلب ہی میں ہوتا ہے زبان سے اس کا تعلق نہیں ہے

اَلْمَذَاهِبُ فِي حَقِيْقَةِ الْاِيْمَانِ

جہمیہ: جو جہم بن صفوان کے متبع ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط معرفت قلبی کا نام ہے، خواہ وہ معرفت اختیاری ہو یا اضطراری، حتٰی کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جس کو یہ معرفت اختیاراً یا اضطراراً جس طرح بھی حاصل ہوا اس کے بعد قول و عمل جو بھی کرتا ہے جب تک یہ معرفت باقی ہے وہ شخص مومن کامل

---

[52] عثمانی، شبیر احمد، فضل الباری شرح اردو صحیح البخاری، ایڈیشن: اول، شوال المکرم۔ نومبر

[53] فضل الباری، ص: 244

الایمان ہے"**وَاِيْمَانُه' كَاِيْمَانِ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدّ يْقِيْنَ**"ہے۔ یہ مذہب تو بالکل بدیہی البطلان ہے۔ یہ معرفت تو کفار اہل کتاب کو بھی حاصل تھی حتیٰ کہ فرعون کو بھی تھی اور ہرقل کے بارے میں تو کہنا ہی کیا حالانکہ اس کا کفر منصوص ہے۔

کرّامیہ:فتح الکا ف وتشدیدُلرّاء یا بکسرالکاف مع خفة الرّء

جو محمد بن کرام کے متبع ہیں وہ کہتے ہیں کہ "ایمان فقط اقرار باللّسان کا نام ہے۔"

مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ہمیشہ یہ بات کھٹکتی تھی کہ یہ لوگ ایسے اندھے کیوں کر ہو گئے کہ تصدیق و عمل سب کو چھوڑ کر محض اقرار کو ایمان کہہ دیا حالانکہ منافقین میں اقرار پایا جاتا تھا۔ بلکہ وہ تو اعمال بھی کرتے تھے، باوجود اس کے کہ منافقین کا کفر و عدم ایمان نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ بعد میں جب ان کے مذہب کی تصریح دیکھی گئی تو معلوم ہوا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ دنیوی احکام میں ایمان کی حقیقت محض اقرار ہے۔ یعنی جس میں اقرار پایا جائے گا ہم اس پر مومن کے احکام جاری کریں گے۔ اب اگر اس اقرار کے مطابق دل میں بھی اس کی تصدیق ہے تو اس کا ایمان آخرت میں بھی معتبر ہو گا اور اگر دل میں تصدیق نہیں محض زبانی اقرار ہے تو دنیوی احکام میں ایمان ہی کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔ آخرت میں "**فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ**" ہو گا جیسا کہ منافقین، اس تشریح کے بعد اہل حق کے ساتھ کوئی زیادہ اختلاف باقی نہ رہا۔ ثمرہ وہی ہے جو اہل حق کہتے ہیں۔

مرجئۃ: کہتے ہیں کہ فقط تصدیق اختیاری اور اقرار باللّسان کا نام ایمان ہے، سئیات و معاصی ایمان کے ساتھ ذرا بھی مضر نہیں، تو انہوں نے نہ جہمیہ کی طرح معرفت اضطراریہ کو ایمان کہا اور نہ کرامیہ کی طرح محض اقرار کو ایمان کہا۔ مگر انہوں نے اعمال کو ایسا گرایا کہ تصدیق و اقرار حاصل ہونے کے بعد اگر وہ شخص تمام عمر مناہی و کبائر و معصیات میں مستغرق رہے، یہ چیز اس کے لئے ذرا بھی مضر نہیں ہو گی اور ان سیئات کی وجہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی وہ دوزخ میں نہیں جائے گا جس طرح کہ ایک کافر عمر بھر کے تمام حسنات کر لینے سے بھی ایک لمحہ کے لئے جنت میں نہیں داخل ہو سکتا۔ بالاتفاق جنت اس پر حرام ہے اسی طرح گناہوں میں غرق ہونے والے مومن پر بھی دوزخ بالکل حرام ہے۔ جیسا کفر کے ساتھ کوئی طاعت فائدہ مند نہیں۔ ایسا ہی ایمان کے ساتھ کوئی معیصت نقصان دہ نہیں۔ البتہ میری (مولانا شبیر احمد عثمانی) رائے یہ ہے کہ یہ لوگ شاید اتنی بات کہتے ہوں گے کہ نیک یا بُرے اعمال کی وجہ سے جنت ہی کے اندر مراتب مختلف ہوں گے جو نیکو کار ہوں گے وہ اپنے تفاوت حسنات کے اعتبار سے جنت کے بڑے بڑے

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
March 29, 2025

مراتب میں ہوں گے اور بدکار گھٹیا مراتب میں رہیں گے، اگراتنا تفاوت بھی نہ مانین توان کا کلام عقل کے بالکل ہی خلاف ہے کیونکہ عمل کا اگر کسی درجے میں ذرا بھی اثر نہ ہو تو اس قسم کے اہتمام وانتظام اور انبیاء وکتب سماوی کی کیا ضرورت تھی جن کے ذریعہ اعمال واحکام کی اتنی تفصیل کی گئی ہے سب فضول تھا نہ حسنات کچھ نافع نہ سیئات کچھ مضر، یہ تو ادنی عقل والا شخص بھی نہیں کہہ سکتا۔[54]

معتزلہ وخوارج: مرجیئہ کے مقابلہ میں معتزلہ وخوارج، یہ کہتے ہیں کہ اعمال بھی ایمان کا جزو رکن ہیں۔ ایسا جزو رکن کہ اگر کبھی اتفاقاً کسی فرض کو چھوڑ دیا یا کسی حرام کا ارتکاب کر لیا تو وہ مؤمن نہیں رہے گا ایمان سے بالکل خارج ہو جائے گا۔ بعض معتزلہ تو احکام وممنوعات کو عام لیتے ہیں حتیٰ کہ مستحبات ومکروہات کو بھی شامل کرتے ہیں۔ لیکن یہ قول بہت ہی بعید ہے۔ کذافی شرح المقاصد۔ پھر معتزلہ وخوارج میں اختلاف ہے معتزلہ کہتے ہیں کہ مومن تو نہیں رہے گا، کافر بھی نہیں ہو گا اس کو فاسق کہا جائے گا مگر ان کا فاسق کہنا باعتبار اصطلاح عرف وشریعت کے نہیں بلکہ وہ اس کو منزلۃ بین المنزلتین کہتے ہیں۔ یعنی نہ مومن نہ کافر (یعنی دینوی احکام میں اور لفظ کے اطلاق میں) لیکن آخرت میں یہ بھی کافر ومشرک کی طرح مخلد فی النار ہو گا اور شریعت میں فاسق مؤمن ہوتا ہے، آخرت میں مخلد فی النار نہیں ہو گا۔ ابتداء ہی یا جرم کے مطابق سزا بھگت کر جنتی ہو جائے گا۔ خوارج کا مذہب ہمارے علماء کی تصانیف ونقول سے لیا گیا ہے، آج تک خود خوارج کی تصنیف کردہ کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی۔ اور حافظ ابن تیمیہ جیسے وسیع النظر شخص نے بھی تصریح کی ہے کہ میں نے بھی نہیں دیکھی معتزلہ وخوارج دونوں کے نزدیک مرتکب کبیرہ آخرت میں مخلد فی النار ہے۔ تھوڑا سا اختلاف بطور اختلاف لفظی کے لفظ کافر کے اطلاق کرنے میں ہے۔ فرقہ مرجئہ بالکل ڈھیلا ہے، معصیات کو بالکل ہی مضر نہیں کہتا، اور معتزلہ وخوارج بہت ہی متشدد ہیں۔ اعمال کو ایسا جزو قرار دیتے ہیں کہ ایک عمل بھی اگر فوت ہو گیا تو ایمان سے خارج ہو گیا جیسا کہ تصدیق نہ کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ یہ دونوں گروہ علی طرفی النقیض ہیں یعنی دونوں میں افراط وتفریط ہے ان کے بین بین اہل سنت والجماعت ہے، ان میں تھوڑا سا اختلاف ہے مگر سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ خوارج ومعتزلہ ومرجیئہ تینوں فرقے بالکل باطل پر ہیں۔ اہل سنت والجماعت میں کوئی بھی ان فرقوں میں سے کسی فرقہ کو حق پر نہیں کہتا۔[55]

اہل سنت:۔ اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ اور عقیدہ وہ ہے جو ابن تیمیہ نے بیان کیا جب تک تصدیق واقرار موجود ہو بشرطیکہ کوئی عمل ایسا صادر نہ ہو جو تصدیق کے فوت ہونے پر دلالت کرے جیسا کہ بتوں کو سجدہ کرنا والقاء المصحف فی القاذورات (قرآن مجید کو گندگی میں پھینکنا) وسب النبیﷺ (نبی

---

[54] ایضاً، ص: ۔

[55] ایضاً، ص

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
March 29, 2025

کریم ﷺ کو گالیاں بکنا) وغیرہ ان جیسے عمل کے ارتکاب سے اہلسنت کے نزدیک بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ عمل سے کافر ہوتا ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ وجداناً و عرفاً اس قسم کے اعمال تصدیق نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو ان اعمال کے ارتکاب کی صورت میں تصدیق کے فقدان کی وجہ سے کافر ہو گا امام احمد بن حنبل نماز چھوڑنے کو بھی ان اعمال سے شمار کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک تارکِ صلوٰۃ ایمان سے نکل جاتا ہے، اگر توبہ نہ کرے تو مرتد ہونے کی وجہ سے واجب القتل ہے کیونکہ ان کے نزدیک نماز کا ترک تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے جیسے کہ بُت کو سجدہ کرنا۔ ہر شخص بالبداہت جانتا ہے کہ معصیت وگناہ کبیرہ عرفاً تصدیق کے فوت ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ یہ ایک بدیہی بات ہے، مثلاً ایک شخص اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے بایں طور کہ کسی کام میں باپ کے حکم کے خلاف کر لیا۔ اور ایک شخص اپنے باپ کی نافرمانی کرتا ہے بایں طور کہ باپ کو جوتے سے مارتا ہے، دونوں فعل نافرمانی وعصیان کے ہیں مگر ہر شخص یہاں سمجھ سکتا ہے کہ پہلا فعل عصیان ہونے کے باوجود ہر گز اس پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کے دل میں والد کی کوئی عظمت نہیں، بخلاف دوسرے فعل کے ہر نادان سے نادان بھی یہاں کہے گا کہ اس کے دل میں والد کی کوئی عظمت نہیں، ایسی صورت میں اگر کوئی عظمت کا دعویٰ کرے تو پاگل سمجھا جاتا ہے تو جس طرح بداھۃً یہاں ہر عصیان عظمت کے ختم ہونے پر دلالت نہیں کرتا اسی طرح ہر معصیت وگناہ کبیرہ بھی تصدیق کے فوت ہونے پر دلالت نہیں کرتا، اس بات کا انکار محض مکابرۃ اور ہدایت و وجدان کا کرتا ہے، یا فہم وتدبر۔ اہل سنت یہ بھی نہیں کہتے کہ کوئی معصیت معاف نہ ہوئی تو سزائے جہنم کا مستحق ہے۔ مگر ابدی سزا نہیں ہو گی۔ جرم کے مطابق ایک مدت تک سزا بھگت کر آخر جنت میں ضرور جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ معصیت کی وجہ سے دخول جہنم تو ہو گا مگر خلود (دوام) نہیں ہو گا۔ معلوم ہوا کہ مسلکِ اہل سنت نہ معتزلہ وخوارج سے مطابقت رکھتا ہے اور نہ ہی مرجئہ سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ **هٰذا هُوَا الصِراطُ الْمُسْتَقيمُ۔**[56]

یہاں تک تو جملہ اہل سنت والجماعت کا اتفاق واجماع ہے۔ اور اصل عقیدہ و مسئلہ سب کے نزدیک یہی ہے۔ آئندہ چل کر تعبیر کے اندر کچھ اختلاف ہے، بعض کی تعبیر قریب ہے خوارج کے، یعنی بظاہر ان کے الفاظ ان کے مشابہ ہیں اور بعض کی تعبیر قریب ہے مرجئہ کے، اور بظاہر لفظی تشابہ ہے، چنانچہ محدثین کہتے ہیں **"الا یْمَانُ قَوْل وَّ عَمَلُ"** یا **" الا یْمَانُ مَعْرِ فَة بِا لْقَلْبِ وَاِ قْرَا رُ بِا لِلّسانِ وَعَمَلُ بِا لْاَ رکَانِ"** تو جب ایمان کو ان تینوں چیزوں سے مرکب مانا تو بظاہر یہ خوارج و معتزلہ کے قول کے مانند معلوم ہوا، مگر حقیقت و مراد میں فرق ہے کیونکہ اس تعریف

---

[56] فضل الباری، ص

کے ساتھ ساتھ محدثین تصریح کرتے ہیں کہ عمل تصدیق کی طرح ایسا جزو نہیں کہ اس کا تارک کافر یا خارج عن الایمان ہو جائے، اسی طرح حنفیہ خصوصاً امام ابو حنیفہ اور ان کے شیخ حماد اور اکثر متکلمین خواہ اشاعرہ ہوں یا ماتریدیہ، یہ لوگ ایمان کی تعبیر تصدیق واقرار سے کرتے ہیں، اور عمل کو ایمان کا جز نہیں کہتے، بظاہر ان کا قول مرجئہ کے قول کے مشابہ معلوم ہوتا ہے مگر دونوں کی مراد میں بہت فرق ہے۔ مرجئہ تو معاصی کو ذرا بھی مضرِ نہیں کہتے۔ تمام کبائر کے مرتکب کو ایک لمحہ کے لئے سزائے جہنم کا مستحق نہیں سمجھتے بخلاف حنفیہ وغیرہ اہلِ حق کے کہ وہ مرتکب معاصی کو مستحق دخول نار سمجھتے ہیں، ہاں خلود کے قائل نہیں ہیں۔ اس تقریر سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ اصل اور حقیقی اختلاف اہل حق اور اہل باطل کے درمیان ہے اہل سنت والجماعت کے اندر آپس میں جو اختلاف ہوا ہے یہ محض تعبیر میں ہے جو اختلاف لفظی ہے یا زائد از زائد ایک معمولی نظریہ کا اختلاف ہے جس پر متضاد احکام ونتائج کو مرتب نہیں کیا جاسکتا مگر جو مختلف مظالم حنفیہ پر ڈھائے گئے۔ منجملہ ان مظالم کے ایک بہت بڑا ظلم حنفیہ پر یہ کیا گیا کہ محض اس تعبیر کی وجہ سے حنفیہ اور امام ابو حنیفہ کو مرجئہ کی فہرست میں گن لیا گیا اگر محض تعبیر کو دیکھ کر حنیفہ کو زمرۂ مرجئہ میں شمار کیا جاسکے جیسا کہ ابن تیمیہ وغیرہ نے کیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ محدثین معتزلہ وخوارج میں شمار نہیں ہوتے۔ اپنی بات جب آتی ہے تب تشریح اور تعبیر سب کچھ معتبر ہے کہ ہماری مراد وہ نہیں جو معتزلہ وخوارج کی مراد ہے، مگر جب امام ابو حنیفہ کی باری آتی ہے تو تمام تفصیلات وتشریحات حرام ہو جاتی ہیں، سب سے نظر کترا کر حکم لگادیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ مرجئ ہیں، اس وقت مراد وغیرہ دیکھنے کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی، اور نہ کوئی اس طرف توجہ کرتا ہے **"فَيَالَهَفَ نَفْسِىْ وَيَالَلْاَسَفٰى عَلٰى اَسَفٰى"** بعض لوگوں نے انصاف سے بالکل ہاتھ دھو کر کچھ ترحم کیا ہے چنانچہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی صاحب الملل والنحل اور ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ الایمان میں یہ بات کہی ہے کہ ایک ارجاء اس گمراہ فرقے کا ارجاء ہے جو فرقہ مرجئہ ہے اور یہ فرقہ گمراہ ہے اور ہلاکت کی بھٹی میں اترا ہوا ہے، دوسرا ارجاء اس گمراہ فرقے کے ارجاء جیسا نہیں ہے۔ بہر حال جو بھی ارجاء کے معنی واقسام بیان کرے ہم معاشر حنفیہ اس لقب کے پاس بھی نہیں جاتے تھے، خواہ کوئی بُرے معنی میں نہ لیتے ہوں، ہم تو ان باتوں کے باوجود اس لقب پر راضی نہیں، ابن تیمیہ وغیرہ نے اس کی پوری توضیح نہیں کی، اس کے بعد شبیر احمد عثانی صاحب اسے تفصیلاً کچھ یوں بیان کرتے ہیں[57]۔

ارجاء کے معنٰی ہیں مؤخر کرنا، پیچھے ڈال دینا، قرآن حکیم میں ہے۔

وَا خَرُ وْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِاللهِ۔(توبه :١٠٤) اور بعض لوگ ہیں کہ انکا معاملہ ڈھیل اور تاخیر میں ہے۔

---

[57] ایضاً، ، ۔

یہ ان تین آدمیوں کا واقعہ ہے جو جنگ تبوک میں شریک نہ ہوئے اور حضورﷺ کی واپسی پر کوئی عذر نہ تراشا اور قصور کا اعتراف کیا اس پر ارشاد فرمایا کہ ان کا معاملہ ڈھیل اور تاخیر میں ہے انتظار کریں خواہ اللہ ان کو سزا دے یا معاف کرے۔ مرجئہ کے معنی ہیں موخر کرنے والا، تو جو لوگ عمل کو ایمان سے مئوخر کرتے ہوں یعنی ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں مانتے لغۃً ان کو مرجئہ کہا جاسکتا ہے مگر تاخیر عمل کی دو صورتیں ہیں، مرجئہ جو کہ فرقہ ضالہ (گمراہ) ہے وہ تو عمل کو ایسا مئوخر کرتے ہیں کہ بالکل ہی نظر انداز کر کے پرے پھینک دیتے ہیں، تمام دنیا کے کبائر کو ایمان کے ساتھ رائی برابر مضر نہیں سمجھتے، اور حنفیہ حاشا وکلّا ایسا نہیں کرتے بلکہ فرق مراتب کرتے ہیں یعنی عمل کو تصدیق سے مئوخر کرتے ہیں جیسا کہ صفوں کی ترتیب کی احادیث میں عورتوں کے بارے میں حدیث نبویﷺ ہے۔

اَخِّرُوا هُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَ هُنَّ اللهُ۔ ان (عورتوں) کو پیچھے کردو جس حیثیت سے اللہ نے پیچھے کیا ہے۔

اس تاخیر کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کو بالکل مسجد سے نکال دو، بلکہ تاخیر سے مطلب یہ ہے کہ مخلوط نہ ہونے دو۔ ان کو بعد کے درجہ میں رکھو، اس طرح حنفیہ جو عمل کو مئوخّر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ عمل کو بالکل نظر انداز کردیتے ہیں جیسا کہ مرجئہ کرتے ہیں، بلکہ تصدیق کو اول درجہ میں رکھتے ہیں اور عمل کو درجہ دوم میں رکھتے ہیں، ماہیت ایمان کا جزء اصلی نہیں مانتے، اور ایسا تو محدثین کرتے ہیں، تصدیق کو جزء اصلی قرار دیتے ہیں اور عمل کو جزء اصلی قرار نہیں دیتے تو حنفیہ کا کیا قصور ہوا۔ مگر جب انصاف کا دامن چھوڑ دیا جاتا ہے تو پھر محاسن بھی متبدل بعیوب ہو جاتے ہیں مگر ابن تیمیہ حنفیہ پر ایک شکایت ضرور کرتے ہیں کہ وہ مرجیہ کی تعبیر سے احتیاط کیوں نہیں کرتے۔ لیکن ہم کو بھی ان سے ایک شکایت ہوسکتی ہے کہ آپ خوارج کی تعبیر سے احتراز کیوں نہیں کرتے ابن تیمیہ نے ایک نکتہ یہ بھی لکھا ہے کہ عمل کو خارج ماننے سے عمل کی بے وقعتی ہوتی ہے جس سے لوگوں میں تساہل کا اندیشہ ہے ہم بھی ان سے کہتے ہیں کہ عمل کو رکن ایمان ماننے سے بظاہر لوگوں کو مایوس بنانا ہے، یاس و دلیری دونوں مذموم ہیں ۔فَمَا لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ پھر ابن تیمیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حنفیہ کے قول سے بظاہر مرجیہ کی تائید وہمت افزائی ہوتی ہے، تو کیا حنفیہ نہیں کہہ سکتے کہ محدثین کا مسلک زینہ بنتا ہے۔ لوگوں کے فرقۂ خوارج میں داخل ہونے کے لئے، کیا فتنہ خوارج کچھ کم ہے فتنہ مرجئہ سے ؟

فتنہ خوارج مرجیہ سے بدرجہا خطرناک ہے۔[58]

---

[58] ایضاً،

فتنہء خوارج کی شدت

ان خوارج ہی نے تو مسلمانوں کے اندر خون کے دریا بہائے اس لئے کہ یہ لوگ تو تارک عمل کو کافر مباح الدم (جس کا خون جائز ہو) جانتے ہیں۔ اس عقیدہ کے تحت میں آکر لاکھوں مسلمانوں کو زیر تیغ کر دیا۔ اسلام میں سب سے پہلا فتنہ یہی خوارج ہی کا فتنہ ہے۔ انہوں نے حروراء مقام کا دار الہجرۃ نام رکھ کر وہاں باقاعدہ مرکز قائم کیا اور باقاعدہ مسلمانوں سے لڑائی کی، پچیس حدیثیں جن میں سے کم از کم دس حدیثیں بہت ہی صحیح ہیں ان کے متعلق پیش گوئی میں وارد ہوئی ہیں، اس شد و مد سے پشینگوئی کسی فرقہ کے متعلق وارد نہیں ہوئی۔ حضورﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر میں ان کا زمانہ پالوں تو **"لَا قْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ"** عاد و ثمود کی طرح انہیں قتل کروں اور ان کے رئیس کے متعلق جو جو علامات حضورﷺ نے بیان فرمائی تھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں جب جنگ ہوئی تو مقتولین کی لاشوں کے نیچے سے اس کی لاش نکالی گئی۔ حضرت علی کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کا استیصال کیا۔ یہ فرقہ حضرت علی کے زمانہ ہی میں تحکیم ابو موسیٰ و عمرو بن العاص کے موقع پر **"اِنِ الْحُكْمُ اِلاللّٰهِ"** کہہ کر نکلا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیر اللہ کو حکم بنانا جائز نہیں۔ حالانکہ خود قرآن میں **فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِه وَحَكَماً مِنْ اَهْلِهَا(النساء : ٣٥)** آیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ فتنہ خوارج فتنہ مرجئہ سے کچھ کم نہیں ہے بلکہ اشد ہے چنانچہ خود ابن تیمیہ نے رسالہ الفرقان میں لکھا ہے کہ ان فرقوں میں فرقہ مرجئہ کی بدعت سب سے اخف (کم درجہ) ہے الغرض محدثین کے لئے خوارج جیسے اشد ترین فرقہ کا زینہ بنتے ہوئے یہ زیبا نہیں ہے کہ حنفیہ پر یہ تشنیع کریں کہ حنفیہ مرجئہ کے لئے زینہ بنے ہیں۔[59]

ابن تیمیہ کے اشکال کا جواب:۔ ابن تیمیہ نے اخیر میں ایک بات یہ کہی کہ صحابہ اور سینکڑوں تابعین و جملہ سلف سے یہ تعبیر منقول چلی آرہی ہے کہ **"اَلْا يمَانُ قَوْ لُ وَّ عَمَلُ"** تو محدثین نے سلف کی تعبیر کو اختیار کیا ہے۔ پھر حنفیہ نے اس کے خلاف تعبیر کیوں اختیار کی، اور سلف کی تعبیر سے عدول کیوں کیا، جب حکم میں اختلاف نہیں کرتے تو تعبیر میں بھی اختلاف نہیں کرنا چاہیے، لہٰذا ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ حنفیہ کا قول عقیدے کی بدعت میں سے تو نہیں ہے مگر بدعت اقوال میں سے ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ میں اتنی بات ابن تیمیہ سے کہتا ہوں کہ پھر تمام ائمہ نے جو کچھ مسائل صوم و صلوٰۃ میں معین کئے ہیں مثلاً اتنا فرض ہے کہ جس کو نہ کرنے سے نماز فاسد ہوتی ہے اتنا واجب ہے جس کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ اتنے سنن و مستحباب ہیں، نیز محدثین کی جو کچھ اصطلاحات ہیں کہ حدیث ایک صحیح ہے ایک حسن ہے ایک ضعیف ہے بلکہ تمام اصول فقہ و حدیث

---

[59] مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصحبی المدنی (م) الموطا، الطبعہ: اولی، ، الناشر مؤسسة،

کی اصطلاحات اور فقہی حد بندیاں سب کی سب بدعتِ اقوال ہیں، کیونکہ حضور ﷺ اور صحابہ سے یہ اصطلاحات اور فقہی حد بندیاں بھی منقول نہیں۔ ہاں بعد میں علماء نے آسانی کی غرض سے ضرورت زمانہ کو پیش نظر رکھ کر ان سب اصطلاحات و تحدیدات کو نکالا ہے۔ ایسا ہی اگر ابو حنیفہ نے ضرورت زمانہ کو محسوس کر کے اجزاء ایمان میں تحلیل و تحدید کی کہ بعض جز تو اصل ہیں اور بعض متعلقات، ملحقات اور فروع ہیں تو کیا نقصان ہوا حکم میں تو آپ بھی متحد مانتے ہیں اور اگر آپ کو خواہ مخواہ اسی میں حظ آتا ہو کہ اسے بدع الا قوال ہی کہیں تو بہت اچھا ہم بھی فاروق اعظم کے قول سے صبر جمیل اختیار کریں گے کہ "نِعْمَةِ البْد عَةُ هٰذِ ه" [60]

"ایمان اور عمل" کے باہمی تعلق کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل کا خلاصہ آپ ہی کی زبان میں:

ولماكانالايمان له شعب متعددة۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وكل شعبةمنهاتسمىٰ ايمانا۔فالصلاةمن الايمان----[61]

یعنی جب ایمان اصل ہے۔ اور اس کے لئے بہت سے شعبے ہیں۔ اور ہر ایک شعبہ کو ایمان کہا جاتا ہے۔

پس نماز ایمان میں سے ہے اسی طرح زکوٰۃ، حج، روزہ، اور اعمالِ باطنہ مثلاً حیاء، توکل، اللہ تعالیٰ سے خوف و خشیئت، انابت الی اللہ یہاں تک کہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی ایمان کے شعبے میں سے ہے۔ اور یہ ایسے شعبے ہیں کہ ان میں سے بعض کے زوال سے ایمان بھی زائل ہوتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے زوال سے ایمان زائل نہیں ہوتا۔ اور ان کے درمیان بھی بہت سے شعبے ہیں جو بعض شعبہ شہادت کے ساتھ ملِحق ہوتے ہیں اور بعض اس کے اقرب ہیں جبکہ بعض (راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے) کے ساتھ ملِحق ہوتے ہیں اور بعض اسکے اقرب ہیں۔ اسی طرح کفر بھی ذو اصل اور بہت سے شعبوں والا ہے پس کفر کے شعبے کفر ہے۔ جیسے حیاء ایمان کا شعبہ ہے اور قلۃ الحیاء کفر کے شعبوں میں سے ہے۔ صدق، ایمان کے شعبوں میں سے ہے۔ اور کذب کفر کے شعبوں میں سے ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ایمان کے شعبوں میں سے ہے۔ اور اسکا ترک کُفر کے شعبوں میں سے ہے۔ بما انزل اللہ پر فیصلہ کرنا ایمان میں سے ہے۔ اور بغیر ما انزل اللہ پر فیصلہ کرنا کفر کے شعبوں میں سے ہے۔ المختصر معاصی تمام کفر کے شعبوں میں سے ہے۔ جیسے تمام طاعات ایمان کے شعبوں میں سے ہیں۔

ایمان کے شعبوں کی دو قسمیں ہیں۔

1:۔ قولی　　　2:۔ فعلی

---

[60] ابوذهبی۔ الامارات۔، حدیث:

[61] العثمانی: شبیر احمد، فتح الملھم شرح صحیح مسلم، دار القلم دمشق، س ن، ج 1، ص 36-38

اسی طرح کفر کے بھی دو انواع ہیں۔

1:۔ قولی　　　　2:۔ فعلی

شعبہ ایمان کی قولی قسم ایک ایسا شعبہ ہے۔ جس کے زوال سے ایمان بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح فعلی شعبہ (عمل) کے زوال سے بھی ایمان زائل ہوتا ہے۔ قولی کفر یہ ہے۔ کہ کلمہ کفر زبان پر اختیاراً اور قصداً جاری کرنے سے کفر لازم آتا ہے یہ بھی کفر کا ایک شعبہ ہے۔ اسی طرح فعلی شعبہِ کفر سے بھی کفر لازم آتا ہے۔ مثلاًبت کے لئے سجدہ کرنا، قرآن پاک کی اہانت کرنا۔ پس یہ ایک "اصل" ہے۔ یہاں پر ایک اور اصل بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایمان کی حقیقت "قول اور عمل" سے مرکب ہے اور قول کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ **قول القلب** یعنی دل کا قول اور وہ اعتقاد ہے۔

2۔ **قول اللسان** یعنی زبان کا قول۔ اور وہ ہے کلمہ اسلام پر تکلم کرنا۔

عمل کی بھی دو قسمیں ہیں

1۔ عمل القلب یعنی دل کا عمل اور وہ نیت ہے اور اسکا اخلاص

2۔ عمل الجوارح یعنی اعضاء و جوارح کے اعمال ۔ پس اگر یہ چار زائل ہو گئے۔ تو ایمان بھی زائل ہو گا۔ اور جب دل کا تصدیق زائل ہو جائے۔ تو باقی اجزاء بھی کوئی نفع نہیں دیتے۔ کیونکہ دل کی تصدیق اس کے اعتقاد میں بھی شرط ہے۔ اور یہ نافع بھی ہے۔ اور جب دل کا عمل مع اعتقاد الصدق زائل ہو جائے تو یہ موضع اختلاف ہے۔ اہلِ مرجیئہ اور اہلِ سنت کے درمیان۔

اہلِ سنّت کا ایمان کے زوال پر اتفاق ہے۔ اور یہ تصدیق نفع نہیں دیتا۔ جب قلب کا عمل منتفی ہو۔ اور وہ ہے اس کا دِل میں محبت رکھنا اور ان کے لئے سر تسلیم خم کرنا۔ جیسے نفع نہیں دیا، ابلیس کو، فرعون اور اس کی قوم کو، یہود اور مشرکین کو، جو اپنے رسول کے صدق کا اعتقاد بھی رکھتے تھے بلکہ اس پر سراً اور جہراً اقرار بھی کرتے تھے۔ اور کہتے بھی تھے کہ "لیس بکاذب "یعنی یہ پیغمبر جھوٹا نہیں۔ لیکن ہم نہ اس کا اتباع کرتے ہیں اور نہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ جب ایمان عمل القلب کے زوال سے زائل ہوتا ہے۔ تو یہ مستنکر نہیں کہ اعظم اعمال الجوارح کے زوال سے زائل ہو جائے۔ خصوصاً جب یہ محبت القلب کے عدم کو ملزوم ہو۔ اور اس انقیاد کو جو ملزوم ہے عدم تصدیق الجازم کو جیسا کہ پہلے اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

کیونکہ عدم طاعت الجوارح سے لازم آتا ہے عدم طاعت القلب کیونکہ اگر قلب نے اطاعت کیا۔ اور جوارح نے اطاعت کے لئے انقیاد کیا۔ اور اس کے عدم اطاعت اور عدم انقیاد سے لازم آتا ہے عدم تصدیق جو مستلزم ہے اطاعت کو اور یہی حقیقتِ ایمان ہے۔ کیونکہ ایمان صرف تصدیق نہیں جیسے پہلے گزرا۔ بلکہ یہ تصدیق ہے جو مستلزم ہو طاعت اور انقیاد کو۔

CC BY

اسی طرح ہدایت صرف حق کی پہچان اور اس کی وضاحت نہیں، بلکہ یہ وہ معرفت ہے جو مستلزم ہے اس کی اتباع کو اور اسکے موجب پر عمل کرنے کو ۔ اگر کسی نے صرف پہلی والی بات کو ہدایت کہا تو یہ وہ ہدایت تام نہیں ہوگا جو ہدایت کا موجب ہو جیسے تصدیق کے اعتقاد کو تصدیق کہا گیا ہے لیکن یہ وہ تصدیق نہیں ہے جو مستلزم ہے ایمان کو۔ پس تیرے اوپر لازم ہے کہ تو اس اصل کی طرف رجوع کرے اور اسکی رعایت کرے۔

نتیجہ بحث

ایمان اور عمل کے باہمی تعلق کو دیکھتے ہوئے اور انسان کی سعادت میں ان دونوں کے کردار کی طرف توجہ کرتے ہوئے انسان کی سعادتمندانہ حیات کو ایک درخت سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ اس طرح کہ خداوند عالم کی وحدانیت اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور اسکے پیغامات اور روز قیامت وغیرہ پر ایمان رکھنا، گویا اس درخت کی جڑ کو تشکیل دیتا ہے اور ایمان کے لوازمات پر عمل کرنے کا فیصلہ اس کے تنہ کی حیثیت رکھتا ہے، کہ جو بغیر کسی واسطہ کے جڑ سے اُگتا ہے اور وہ شائستہ اور مناسب اعمال کہ جو ریشہ ایمان سے مترشح ہوتے ہیں اس کی شاخ و برگ کی طرح ہیں، اور ابدی سعادت اس درخت کا پھل ہے اگر جڑ کا وجود نہ ہو، تو تنہ اور شاخ و برگ وجود میں نہیں آسکتے، اور میوہ بھی نہیں آسکتا، لیکن ہرگز ایسا نہیں ہے کہ جڑ کے وجود سے مناسب شاخ و برگ اور بہترین پھلوں کا ہونا لازم ہے بلکہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے، درخت فضا اور زمین کی ناسازگاری اور مختلف آفتوں کی وجہ سے مرجھا جاتے ہیں اور اس میں مناسب شاخ و برگ نہیں اُگ پاتے اسی صورت میں وہ درخت نہ صرف یہ کہ خاطر خواہ پھل نہیں دیتا بلکہ خشک ہوجاتا ہے اور بہت ممکن ہے اس درخت کی شاخ یا تنہ یا اسکی جڑوں میں قلم (پیوند) لگائی جائے ان سے دوسرے آثار ظاہر ہوں اور ممکن ہے اتفاقاً وہ پیوند (قلم) کسی دوسرے درخت میں تبدیل ہوجائے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے ایمان کفر میں تبدیل ہوجائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ایمان کو ایسے امور کے ذریعہ یاد کیا گیا ہے جو سعادتِ انسانی کا اصلی سبب ہے لیکن اس سبب کا اثر اعمال صالحہ کے ذریعہ لازم غذاؤں کے مکمل جذب ہوجانے پر مشروط (موقوف) ہے اور گناہوں سے پرہیز کے ذریعہ اس کے نقصان دہ امور کو دور کرنے اور آفتوں کو ختم کرنے پر موقوف ہے اور واجبات کا ترک کرنا اور محرمات کا ارتکاب کرنا ایمان کی جڑوں کو کمزور بناتا ہے اور کبھی کبھی ایمان کے درخت کو خشک کردیتا ہے جس طرح غلط عقائد کے پیوند، اس کی حقیقت میں تبدیلی کا باعث بن جاتے ہیں۔

اللّٰھم ربّنا اِھدنا الصّراط المستقیم آمین

مصادر و مراجع

1. ابن ابی شیبة، ابو بکر بن ابی شیبه ، عبد اللہ بن محمد بن ابراھیم بن عثمان بن خواستی العبسی (م٢٣٥ھ) ، الکتاب المصنف فی الا حادیث والآثار، مکتبہ الرشد۔ ریاض، الطبعة: الاولیٰ، ١٤٠٩، (شاملہ)

2. ابن رجب، زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب بن الحسن، السلامی، البغدادی، ثم الدمشقی، الحنبلی (م٧٩٥) ، جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، الناشر: موسسہ الرسالہ، الطبعہ سابعة: ١٤٢٢ ھ، ٢٠٠١۔

3. ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر القریشی، البصری الدمشقی(م٧٧٤) ، تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر)، الناشر: دار طیبہ للنشر دالتوزیع، الطبعة: الثانیہ، ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩ء، (مکتبہ شاملہ)

4. ابن منظور محمد بن مکرم بن علی، ابوالفضل، جمال الدین ابن منظور الرویفعی الافریقی(م ٧١١) لسان العرب، الناشر: دار صادر بیروت، الطبعہ :الثانیہ ، ١٤٠٤ ۔

5. ابوالحسن نورالدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الھیثمی (م٨٠٧)، المعقد العلیٰ فی زوائد ابی یعلی الموصلی، الناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت۔ لبنان، سن اشاعت، ت ن۔

6. ابو عبداللہ، عبید اللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطة العکبری(م ٣٨٧) ، الا بانة الکبری لا بن بطة، الناشر: دار الراۓۃ النشر والتوزیع، الریاض، الطبعة: الاولیٰ ١٤١٥ھ۔ ١٩٩٤ء (شاملہ)

7. ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن حلال التمیمی(م٣٠٧) ، مسند ابی یعلی الموصلی، باب قتادہ عن انس، الناشر : دار المأمون للتراث۔ دمشق، الطبعہ: الاولیٰ ١٤٠٤۔ ١٩٨٤، (شاملہ)

8. احمد بن حنبل، ابو عبداللہ احمد بن محمد بن ھلال بن اسد الشیبانی(م ٢٤١)، مسند الامام احمد بن حنبل، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ الطبعہ: الاولیٰ، ١٤٢١۔ ٢٠٠١، (شاملہ)

9. انوار الحسن پروفیسر محمد شیر کوٹی، حیات عثمانی، مکتبہ دار العلوم کراچی ١٤ پوسٹ کوڈ ٧٥١٨٠، ربیع الاول ١٤٢٠ھ ۔

10. البخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح (مکتبہ شاملہ)

11. البیھقی ، احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخسرو جردی الخراسانی، ابو بکر البیھقی (م ٤٥٨)، شعب الایمان،: الناشر: المکتبة الرشد، الطبعہ اولیٰ ١٤٢٣ ۔ ٢٠٠٣ئ، (شاملہ)

12. الترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ، الضحاک، الترمذی، (م(٢٧٩) ، الناشر: دار الضرب اسلامی بیروت۔ سنہ نشر: ١٩٩٨، (شاملہ)

13. الراجحی عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمن، شرح کتاب الایمان الاوسط لابن تیمیہ، http://www.islamweb.net

14. الزمخشری ابوالقاسم بن عمرو بن احمد(م ٥٣٨)الکشاف عن حقائق غوامض التزیل، الناشر: دار الکتب عربیہ، بیروت، الطبعہ، الثانیہ، ٤٠٧ ۔(شاملہ)

15. سعود بن عبدالعزیز خلف، اصول مسائل العقیدہ عندالسلف وعند المبتدعة، الناشر: نہیں، الطبعہ: ١٤٢٠، ١٤٢١، (شاملہ)

16. صالح بن عبدالعزیز آل شیخ، اتحاف المسائل بمافی الطحاویہ، باب المسائل خمسہ ذکر اقوال فرق (شاملہ)

17. صہیب عبدالجبار، المسند موضوعی الجامع للکتب العشرہ عام العشرہ عام النشر، ٢٠١٣،

18. الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، ابوالقاسم الطبرانی، المعجم الکبیر، دار النشر: مکتبہ ابن تیمیہ، القاھرہ البطعہ ثانیہ، سن اشاعت۔ ت۔ ن۔ (الشاملہ)

19. عثمانی، علامہ شبیر احمد ، فضل الباری شرح (اردو) صحیح بخاری ، ایڈیشن اول، ١٤ شوال ١ المکرم ١٣٩٣ھ الموافق ١٠ نومبر ١٩٧٣ء ، ادارہ علوم شرعیہ ۔ کراچی، ١: ٤١۔

20. عثمانی حضرت مولانا شبیر احمد، تفسیر عثمانی، دار الاشاعت کراچی، محرم ١٤٢٨ھ۔ فروری ٢٠٠٧ء۔

21. عثمانی الشیخ شبیر احمد، فتح الملھم، الطبعہ اولیٰ: ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٦ئ، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان۔ (انٹرنیٹ ایڈیشن)

22. عسقلانی، احمد بن علی بن حجر ابوالفضل الشافعی، الناشر: دار المعرفقہ، بیروت ١٣٧٩، (شاملہ)

23. عبدالنبی بن عبدالرسول الاحمد نکری، دستور العلماء= جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون الناشر: دار الکتب العلمیہ۔ لبنان البیروت، (شاملہ)

24. عبدالقوی، مفتی محمد پیر قادری، مفتاح النجاح، ماہ صفر ١٤٢٠ھ

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (Januray-March 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 29, 2025

25. الغزالی، ابوحامد بن محمد بن محمد الغزالی الطوسی، قواعد عقائد، الناشر: عالم الکتب۔ لبنان، الطبعہ: الثانیہ ١٤٠٥ء ۔ ١٩٨٥ء، (المکتبہ الشاملہ)

26. الفراھیدی ابوعبدالرحمن، خلیل بن احمد بن عمرو بن تیمیہ البصری (م ١٧٠ھ) کتاب العین، دار المکتبہ (شاملہ)

27. الفیروز آبادی مجدالدین ابوطاہر محمد بن یعقوب (م ٨١٧ھ) القاموس، ، مؤسسہ الرسالہ للطباعہ والنشر والتوزیع، بیروت (لبنان) (مکتبہ شاملہ)

28. لوئس مالوف، المنجد، مادہ (ئ، م، ن)

29. مالک بن النس بن مالک بن عامر الاصحبی المدنی (م ١٧٩) الموطا، الطبعہ: اولیٰ، ١٤٢٥، ٢٠٠٤، الناشر مؤسسة، ابوذھبی۔ الامارات۔

30. المروزی ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج (م ٢٩٤ھ) ، تعظیم قدر الصلوٰۃ، الناشر مکتبة الدار۔ المدینة المنورة، الطبعہ: الاولیٰ، ١٤٠٦ (المکتبة الشاملہ)

31. مسلم بن حجاج ابوالحسن القشیری النیشاپوری (م ٢٦١) ، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الیٰ رسول اللہ ﷺ، الناشر: دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، سن اشاعت: ت ن۔، (شاملہ)

32. المقدسی مرعی بن یوسف بن ابی بکر بن احمد الکرمی الحمبلی (م ١٣٣) الکلمات البینات، المکتب الا سلامی لاحیاء۔ التراث، الطبعہ: اولیٰ۔

33. النووی، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی (م ٦٧٦)، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعہ: ثانیہ، ١٣٩٢ھ، (مکتبہ شاملہ)